آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۶

فہرست مضامین

بے عیب نبی اور زندہ نبی ۱۸۵-۱۹۷	افغانوں اور کشمیریوں کی اصل ۲۰۹-۲۱۶
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ ۱۹۷-۲۰۹	یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر ۲۱۶-۲۲۰

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ - جون سنہ ۱۹۰۴ء کو شایع ہوا۔ چندہ سالانہ ۱ روپیہ ۔۔۔ [illegible]

"تفسیر سورۂ جمعہ"

نور فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ✤ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ✤ جو ضروری تھا وہ اس مین مہیا نکلا
سب جہان چھان چکے ساری دکانین دیکھین ✤ مئے عرفان کا یہی ایک شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہان مین تشبیہ ✤ وہ تو ہر بات مین ہر وصف مین یکتا نکلا

"اعلان"

مجھے اس رسالے کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصاً احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کے لئے مطلق ضرورت نہین کیونکہ وہ محض بفضل خداوندکریم و بطفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود نورنا من اللہ الاحد و الصمد قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہے مجھے انکی خدمت مین صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اول تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احدیت ہے - دوم اسکا مفسر اپنے پایہ کا وہ بینظیر شخص ہے جسکی علمی قابلیت علمی خصوصیت - احمدی جماعت کے علاوہ مخالف ہندوستان مین بلکہ اکثر بلاد غیر مین بھی مسلم ہے - سوئم یہ سورۂ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکے روبرو ہے - کلام خداوندکریم الرحمٰن الرحیم کا وہ عجیب و غریب حصہ ہے جسکا پڑھنا سمجھنا سمجھانا ہر ایک مومن کی زندگی کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہے خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ رحمتین انکے شامل حال ہوں) نے اس سورہ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے درد دل سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ تفسیر ہی مین ملاحظہ فرماوینگے اسکے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اگر آپکا دل رقت اور جوش سے گواہی دے اٹھے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اسکی اشاعت کی ملک مین بیحد ضرورت ہے تو آپکا یہ سب سے اہم فرض ہونا چاہئے کہ جس قدر آپ سے ہو سکے خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب و تحریص خواہ اعلان کر کے اپنے تمام دوستوں ملاقاتیوں - رشتہ داروں - عزیزوں وغیرہ کے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچا دیں - والسلام - وما علینا الا البلاغ -

قیمت بلحاظ تعداد حسب ذیل ہے

ایک جلد ۴ر ..... ایک جلد کے خریدار کو معہ محصول ڈاک وغیرہ - ۵ر ٹکٹ بھیجنے ذریعہ لفافہ مین بند کر کے بھیج دینا چاہئیں
پانچ جلد [illegible] بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل روانہ ہونگی -
دس جلد [illegible] " " "
پچیس جلد [illegible] " " "

درخواستین پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

حکیم محمد حسین قریشی - کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بے عیب نبی اور زندہ نبی

اس میں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس نبی نے خود کیا دعوے کیا۔ اس کی قوم نے اس کی نسبت کیا شہادت دی ...... اس نے کارروائی کیا کی کیسے وقت میں وہ آیا اور کس حالت میں اس دنیا سے گیا۔ اس نے اپنی دائمی زندگی کا ثبوت اور نشان کیا چھوڑا۔ یہ پانچ باتیں ہیں جن پر ہم مختصراً لکھنا چاہتے ہیں **والموفق ہو اللہ سبحانہ وتعالےٰ۔**

پہلی شق میں ہم دو طرح پر نظر کرتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ کس طرح فوق العادت قوت اور دلیری سے اپنے وجود اور اسکے متعلقات کو سوسائیٹی کے عرف اور مسلم قوانین کے معیار کے آگے پیش کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اخلاق اور روحانیت اور عقائد کے میدان میں کس طرح اپنے تئیں اپنی صداقت اور حقیقت کے دلی احساس اور بصیرت کے تصور سے جلوہ گر کرتا ہے پہلی بات کے ثبوت کیلئے یہ آیت **وقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون** ایسی لانظیر دلیل ہے کہ کسی مصلح اور ماموں کی لائف میں کسی ملت و مذہب کا کیوں نہ ہو اسکی مثل تلاش کرنا پوری ناکامی اور نامرادی کے ساتھ تھک کر رہ جانا ہے۔

ایک شخص ایک غیور اور جنگی قوم اور تکبّر کے خمیر سے تیار شدہ قوم کے معروف و مسلم عقائد اور صدیوں کی مالوف رسموں اور انکے قابل عزت معبودوں کی اہانت اور بیخ کنی کرتا اور اس اثنا میں انہیں اشتعال پر اشتعال دلاتا ہے کہ ہر قسم کے عرفی پہلوؤں سے اسکا مقابلہ کریں اور اسکے مغلوب کرنے کیلئے متفق اور منفرد کوششوں اور منصوبوں کو جمع کریں۔ اور مخاطبین بھی رات دن اسی تھک کوشش میں ہیں کہ اسکے قلعہ پر حملہ کرنیکے لئے کوئی ایک سوراخ کہیں سے انہیں ملجائے ایسی حالت میں یہ دعوے کرنا کہ میں عمر کا بڑا حصہ یعنی چالیس سال تک اس عظیم الشان دعوے سے پہلے تم میں گذار چکا ہوں **افلا تعقلون** یعنی اس پر بھی تم اپنی عقلوں کی طرف رجوع نہیں کرتے کیا تمہاری دانشیں اور زمانہ کے عرف سے واقف عقلیں اس نتیجہ پر پہونچ نہیں سکتیں کہ اتنے دراز عرصہ تک اور ایسی عمر میں جو جذبات جوانی اور جوشوں کے کمال کا وقت ہوتا ہے کوئی جھوٹ اور افترا اور بددیانتی اور بدچلنی کا کوئی الزام جس شخص کے ذمہ عائد نہ ہو سکتا ہو کیا وہ اب ہی کذب اور افترا کا مرتکب ہوگا۔ اس آیت میں عجیب بات یہ ہے کہ مدعی

دعوے کے بعد اپنی صداقت اور حقیّت کے ثبوت اور ذہن نشین کرنیکے لئے عقول سلیمہ کے آگے اپیل کرتا ہے اس اپیل سے ایک شخص جو دل کے انفعالات اور کیفیات کا علم رکھتا ہے یقینی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ مدعی کے دلمین کس زندہ احساس اور ناقابل تردد شعور سے یہ یقین اور عرفان بھرا ہوا ہے کہ وہ بے عیب ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کی زندگی کی کتاب کے اوراق ایسے جلی اور بے داغ ہین کہ اس کی راستی پر ایمان لانیکے لئے اسکا ایک دفعہ مطالعہ کرنا کافی معلم اور رہنما ہو گا؛

ہم بالفعل اس ہیبت انگیز دعوے کو مذاہب کے حامیوں کے آگے پیش کرتے اور کشادہ دلی سے درخواست کرتے ہین کہ دلایل سے قطع نظر کرکے وہ اپنی کتابوں سے اپنے مسلّم مقتداؤن کے مونہوں سے اس دعوے کی مثل دکھائین مین نے بارہا اس مین غور کی ہے کہ خدا تعالی کی مبارک اور زندہ کتاب مین جس نے الہیات کے علوم کے احیا اور القا کا ذمہ لیا ہوا ہے اس دعوے کو محفوظ اور مکتوب رکھنے سے کیا مدعا ہے اور اسکا تعلق اثبات نبوت سے کیا ہے۔ ان امور مین غور کرنیکے بعد مین ہمیشہ ذوق اور بصیرت سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایک مدعی کی راستی کو پرکھنے اور اسپر ایمان لانیکے لئے اس معیار سے بڑھکر کوئی معیار نہین۔ انسان کی فطرت مین علی السواء یہ مادہ رکھا گیا ہے کہ قول کو سننے کے بعد معًا اسکے دل مین یہ گدگدی پیدا ہوتی ہے کہ اسکے قائل کی زندگی کس طرح کی ہے خصوصًا ایسے شخص کی بات سن کر جو کھلے میدان مین دعوے کرتا ہے کہ مین امین ہوں مین پرلے درجہ کا دیانتدار ہوں لوگونکو چاہئے کہ اپنی گرامی قدر امانتین جو کسی طرح محفوظ نہ رہسکتی اور چورون اور ڈاکوؤن کے دستبرد کے خطرہ سے مامون نہ ہون وہ میرے پاس رکھا کرین۔ مین عند الطلب صحیح و سالم دینے سے دریغ نہین کرونگا اور اتنی بڑی خدمت کے مقابلہ مین کوئی اجرت اور معاوضہ کسی سے نہین لونگا ظاہر ہے کہ انسان کی عادت اور سالف مین یہ ہرگز داخل نہین کہ ایسے دعوے کو سنے اور بلا تردد اِن بلند الفاظ پر سچا ایمان لے آئے۔ بلکہ امانت کی قدر و قیمت کا احساس اسے مجبور کریگا کہ مدعی کے گذشتہ اور معروف چال چلن کی حد سے زیادہ چھان بین کرے۔ ہم عرف مین روزمرہ مشاہدہ کرتے ہین کہ ایک قرض خواہ کو قرض کا ملنا دشوار ہوتا ہے جبتک قرض دہندہ کو اسکی سیرت کی پاکیزگی کی نسبت پورا اطمینان نہ ہو جائے اس کوچہ سے عرف کے باہر نکلکر دیکھو اور غور کرو کہ ایک شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ دین و ایمان کی امانتین میرے سپرد کرو۔ اپنی عقلون اور دانشون اور علمون اور تجربون اور ارادون اور خواہشون کو میری باتون کی تسلیم کے مقابل قربان کردو۔ اس خود مختار مرضی اور نیک و بد کی ممیز قوت کو جو تمہاری مایہ ناز طاقت ہے میرے حکم کے آگے تیز چھری سے ذبح کردو۔ جیسا کہ خدا تعالی کی کتاب کی یہ آیت تعلیم دیتی ہے **فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلموا تسلیما**۔ مجھے یہی ربوبیت کی قسم جس نے اپنے بڑے مقاصد اور اغراض کے اتمام کے لئے تیری

تربیت کی اور تجھے کامل معلم اور کامل نمونہ بنایا ہے لوگ ایمان میں کامل نہیں ہونگے جبتک اپنے اختلاف اور جھگڑے کی باتوں میں تجھے حَکَم نہیں بنائینگے پھر ایسا ہو کہ تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی اور گھبراہٹ محسوس نہ کریں اور سرِ تسلیم جھکا کر اس پر عملدرآمد کریں۔ بظاہر یہ آیت آزاد۔ بیباک اور منیر مرضی اور اختیار کا خون کرتی ہے اور کس جبر اور حکومت سے ہزاروں مختلف دانشوں اور عقلوں اور بے شمار ذہین جوانوں اور تجربہ کار بوڑھوں کی طبع آزمایاں اور فہم و فراست کے نچوڑوں کو ایک انسان کی گفتار پر قربان کرتی ہے یہ ایسی بات ہے کہ انسان کی غیرت مند طبیعت آسانی سے اسکو اختیار اور قبول نہیں کرتی۔ مشورت اور صلاح کاریوں کے ہونٹوں میں راتدن اس اختلاف رائے کی شورا شوریوں کے نظارے دیکھے جاتے ہیں جو مسلم اہل الرائے اور مدبران ملکی کی تقریروں کے خلاف برپا کیجاتی ہیں لیکن ان سب کے خلاف ہم دیکھتے ہیں کہ گرم ملک اور پاک آب و ہوا والے میدان کے غیر مفتوح اور آزاد جبلی طبیعت کے نوجوانوں اور تجربہ کار بوڑھوں نے سچا نمونہ اُس انقیاد اور اطاعت کا دکھایا جو اس آیت سے سمجھی جاتی ہے

غرض دین وایمان کی امانت بہت زیادہ قدر وقیمت رکھتی ہے۔ پتھروں کی امانت سے جسکے سپرد کرنیسے پیشتر امین و مؤتمن کے حالات کی نسبت تا بمقدور تفحص اور تجسس ازبس ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ آواز **وَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ** کیسی قابل قدر اور ضروری ہے اسکے ثبوت کے لئے ہمارے پاس ہمارے زمانہ میں ایک نمونہ موجود ہے۔ ہمارے آقا و مولے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت بھی مدتوں اس سے پہلے براہین احمدیہ میں یہ وحی موجود ہے۔ **وَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ**۔ ہم نے عملی زندگی میں اپنے مشاہدہ میں اس دعوے کا اتنا بڑا فائدہ دیکھا ہے کہ اس سے زیادہ تصور میں نہیں آسکتا۔ سنہ ۱۸۹۲ء اور سنہ ۱۸۹۳ء میں اجتماع کے موقعہ پر سیکڑوں آدمیوں کے دلوں میں بے اختیار یہ بات گذری کہ قادیان کے لوگوں سے حضرت مسیح موعودؑ کی گذشتہ اور ان کی نگاہوں سے پوشیدہ زندگی کی نسبت دریافت کریں۔ بہت سے تیز طبع زندہ دل نوجوان چاروں طرف اس تلاش اور دُھن میں پھیل گئے۔ کسی نے گاؤں کے سادہ بے شر ستاتن دھرم بوڑھوں سے۔ کسی نے مسلمان بوڑھوں سے کسی نے اِدھر اُدھر کے کھیتوں میں کام کرنیوالے بوڑھوں سے بعض نے یہاں کے مسلّم مخالفوں اور ڈاہ اور حسد کے مریض ہم عمروں سے پوچھا سب نے بے اختیار اور بالاتفاق یہی جواب دیا کہ اس شخص کی زندگی میں ہم نے کوئی عیب نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ اتنے متضاد اور مختلف مونہوں سے ایک ہی یکسان بات کے سننے سے طالبان حق کو یہ فائدہ ہوا کہ ان کے دل حضرت مامور موعود کے دعوے کے قبول کرنیکے لئے شرح صدر اور نور سے لبریز ہو گئے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں مجھے اس سلسلہ کے مسلّم اور مشہور مخالف اور حضرت موعود کے بہت نزدیکی ہمسایہ مولوی محمد حسین صاحب کے مکان میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اُس وقت قادیان سے موعودیت کی آواز باہر نکل چکی تھی مگر ہنوز صاف اور منفصل نہیں تھی۔ اثنائے گفتگو میں مولویصاحب مذکور نے مجھ سے پوچھا اور میں دیکھتا تھا کہ مولویصاحب پر سراسیمگی اور اضطراب غالب ہو رہے

کہ یہ نئی کیسی آواز قادیان سے آئی ہے۔ مین سمجھ نہین سکا کہ لفظ موعود سے آپ کی صاف صاف کیا مراد ہے مجھے یہ فکر لگ رہی ہے کہ کہین مرزا صاحب کی مراد اس سے یہ نہ ہو کہ وہ وہی مسیح موعود ہین جسکا وعدہ احادیث مین دیا گیا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو دنیا مین ایک انقلاب اور قیامت قائم ہونیوالی ہے اور اگر کوئی اور مراد ہے تو مضایقہ نہین۔ اس بات کو سن کر پہلا سوال جو بلا تکلف میرے دل مین پیدا ہوا اور جسے مین فطرت انسانی کی اضطراری کیفیت سے تعبیر کرتا ہون۔ یہ تھا کہ مولوی صاحب سے مین نے پوچھا۔ مولویصاحب فرمایئے آپ مرزا صاحب کی نسبت ان کی گذشتہ لائف کے مطالعہ کے بعد کیا رائے رکھتے ہین۔ مولوی صاحب نے بڑے جوش اور اخلاص سے جواب دیا کہ مین مرزا صاحب کا ہم عمر اور ہم مکتب اور پھر ہمسایہ ہون اور علاوہ برآن اجتک ان سے میرے تعلقات ہے ہین مجھ سے زیادہ کوئی شخص ان کے حالات سے واقف نہین مین گواہی دیتا ہون کہ وہ بے عیب۔ پرلے درجہ کے متقی اور خدا و رسول کے عاشق اور اسلام کے شیدا ہین۔ اگرچہ مین خود ملہم نہین مگر مرزا صاحب کی سچائی پر مجھے اسقدر یقین اور وثوق ہے کہ مین ان کے دعوے الہام کو بھی تسلیم کرتا ہون۔ مین نے سن کر کہا بہت خوب مرزا صاحب کی عمر کا جو حصہ ہم سے پوشیدہ تھا اس کی پاکیزگی اور تقدس کی آپنے گواہی دیدی آیندہ عمر کے حالات ہم خود دیکھ لینگے۔ اسی طرح ہماری جماعت کے برگزیدہ رکن جناب حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے مرزا امام الدین کو جو حضرت موعود کا سخت دشمن تھا اور راتدن آپ کی ایذا رسانی کی تجویز ون مین لگا رہتا اور اپنی تنہا کوشش سے تھک کر گاؤن کے بہت سے سانپون اور بھیڑیون کو ہمیشہ اپنی مدد مین بلاتا دو تین دفعہ کہا کہ اگر تم ہمارے مرزا صاحب مین کوئی عیب نکالدو تو مین اتنے ہزار روپیہ نقد تمہین دونگا۔ وہ مولویصاحب کی وجاہت اور متانت کو خوب جانتا اور یقین رکھتا تھا کہ مولویصاحب اپنی بات مین سنجیدہ اور صادق ہین مگر وہ مبہوت اور خاموش رہا۔ اور لاطائل باتون سے وقت کو ٹالدیا۔

غرض سلیم فطرتون کی اس شہادت سے ثابت ہوا کہ ایک منجانب اللہ مامور کے لئے از بس ضروری ہے۔ کہ اس کی لائف کی کتاب پبلک لائبریری مین رکھی ہوئی ہو اور ہر ایک شائق اور پڑھ سکنے والا اسے پکڑنے اور پڑھنے سے اپنے ہاتھ کو تاہ نہ سمجھے۔ اسلئے کہ ایک مستور الحال شخص کی زندگی کی نسبت کوئی نقاد اور صاحب نظر کیا نکتہ چینی کرسکتا اور بالآخر کس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ اس خصوص کے لحاظ سے ہم دیکھتے ہین کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سوا کسی مامور و مرسل کی زندگی پبلک کی تنقید اور نظر کے لئے واضح اور کشادہ نہین۔ گذشتہ زندگی نبوت کے دعوے سے پہلے ہمین اسی آیت **وقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ** نے اس کی تلاش اور تجسس سے پوری طرح فارغ کر دیا ہے۔ جبکہ ہمعصرون اور نہایت قریبی رشتہ دارون اور آپ سے سابقہ پڑنے والون کی گواہیان آپکے **امین** اور مامون ہونے کی نسبت ہماری سیرت کی کتابون مین موجود ہین اور یہ ایسے وقتون کی گواہیان ہین کہ جب آپ

بیس پچیس برس کے نوجوان تھے۔ اور اسوقت بھی قوم میں نہایت راست باز اور امین مشہور تھے تو یا یہ ہمہ یک پاکیزہ دل اور سلیم فطرت اور نیک گمان نقاد کے نزدیک اس دعوے کے ہوتے اور تاریخ کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ ایک اہلِ دل ہی اس بردِ یقین اور شرح صدر کا اندازہ کر سکتا ہے جو اس دعوے کو سن کر ایک طالب حق کو ملنا ممکن ہوتا ہے ✤

لیکن کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ یسوع مسیح کی لائف اور سوانح میں کوئی اسکے مقابل دلیرانہ دعوے ہمیں ملے۔ کیا کوئی دکھا سکتا ہے کہ یسوع نے قوم سے خطاب کر کے کبھی ایسا دعوے کیا ہو اور اپنی موجودہ زندگی کی راستی کے ثبوت میں اپنے گذشتہ چال چلن اپنے حسب و نسب کے بے داغ ہونیکو بطور گواہ کے پیش کیا ہو۔ ہم ابھی یہ ذکر کرنا نہیں چاہتے اگر یسوع ایسا دعوے کرتا تو اس کی قوم اسکے جواب میں کیا کہتی اسے تسلیم کرتی یا ناگفتنی اور ناشنیدنی جوابوں سے اسکا بخیہ ادھیڑ ڈالتی بالفعل ہم اتنا ہی پوچھتے ہیں کہ ان کتابوں میں جو یسوع کی سہ سالہ زندگی کی ناتمام سوانح ہیں یسوع کے منہ میں اس قسم کا دعوے دیا گیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ یہ ایسی بات ہے کہ خداترس اور طالب حق دلوں کو اس سے بہت فائدہ اٹھانا چاہئے ✤

دوسرا پہلو اس دعوے کا بحث کے نیچے لانیکے لئے ہم اس خوبصورت اور قیمتی متاع کو دیکھتے ہیں جو کس قوت اور دلیری سے پانچ دفعہ ہر رات اور دن میں تمام دنیا کے آگے کھول کر رکھی جاتی ہے وہ ہے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ✤۔ اس میں غور طلب امر یہ ہے کہ ان دو فقروں میں یا اللہ اور محمد کے نام میں کیا مناسبت اور ملابست ہے پہلے فقرہ یعنی آلہہ کی نفی اور اللہ کے اثبات سے یہ مقصود ہے کہ الہیت اور معبودیت کا استحقاق اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں اس لئے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اور اسکے سوا سب کو نقص اور ضعف اور عجز کا داغ لگا ہوا ہے انسانی طبیعتوں نے اشتراک اور اتفاق سے اس قاعدہ کو مانا ہے کہ مرئیات اور معلومات سے مجہولات اور نظریات کا علم حاصل کیا جاتا ہے لیکن اس مقام میں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا تمام الاہوں کی نفی اور اللہ کے لئے استحقاق الہیت کے اثبات کی نسبت دعوے کیا جا سکتا ہے کہ اس نفی اور اثبات میں دعوے اور دلیل کا تلازم ہے دوسرے لفظوں میں اسے یوں ادا کر سکتے ہیں کہ کیا آلہہ کی نفی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے لئے اثبات الہیت دعوے ہے اور بڑا بھاری دعوے ہے۔ اگر ہم ان دونوں کو دعوے اور دلیل دعوے مان کر ان میں کوئی باریک اور نازک تعلق قائم کرنا چاہیں تو وہ اس سے زیادہ نہ ہوگا جو مصنوعات اور صانع میں ہوتا ہے یعنی اگر کوئی بلند نظر صافی الفطرت تمام مخلوق معبودوں اور انسانی تخیلات کے تراشیدہ بتوں کی ہستیوں میں غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ناتوان اور ناقص اور داغ حدوث سے داغدار ہیں اور پھر پیاس اور تلاش اسے سچی زندگی کے پانی کیطرف دوڑنے کیلئے کسی اور طرف رہبری کرے تو وہ اس سے زیادہ کسی اور نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا کہ ان بتوں اور پتھر کی بدنما مورتوں

✤ اسکا مطلب یہ ہے کہ اذان میں ان ہی کلمات کی گواہی بلند آواز سے پانچ دفعہ دی جاتی ہے۔ منہ

یا عورت کے پیٹ سے نکلے ہوئے نکمّے نالایق معبودون سے بالاتر ایک کامل اور اعلےٰ ہستی ہونی چاہیئے اس شخص کا وہی حال ہوگا جو مصنوعات سے صانع کا سراغ لگانیوالے کا حال ہوتا ہے۔ یہ مخنتی ڈھونڈنے والا مدت دراز تک ٹکرین مار مار کر اسکے سوا جھولی مین کچھ نہین لائیگا کہ ان مصنوعات کا ایک صانع ہونا چاہیئے۔ اس بات کو اور زیادہ صاف لفظون مین یون سمجھو کہ یسوع مسیح ایک جھوٹا الٰہ اور باطل کا ایک چیدہ اور برگزیدہ نمونہ ہے الا اللہ کے اثبات کی ضرب اور لا الٰہ کی نفی کا تبر اُسکے سر پر بھی ویسا ہی پڑتا ہے جیساکہ زمین کے اور معبودون پر جو اسکے بخارات کی ترکیب سے متولد ہوئے ہین یورپ کے ذہین اور رشید طالبان حق بڑی غورون اور تنقیدونکے بعد جو آزادی اور کشادہ دلی سے اس ناقص اور ادھورے آدمزاد اور جعلی خدا کی نسبت کرتے رہے ہین اس تراشیدہ بُت مین ہزارون نقص اور داغ دیکھکر بے اختیار اس نتیجہ پر اور سچے نتیجہ پر تو ضرور پہنچے ہین کہ یسوع مسیح کو خدا ماننا انسانی عقل پر شرمناک داغ لگانا ہے مگر باین ہمہ وہ سچا کامل ہمہ علم ہمہ قدرت متصرف حی وقیوم خدا اور اسکا لذیذ عرفان ان کی فہم کی رسائی سے ہنوز بالاتر ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ہے اور ہونا چاہیئے مین بڑا فرق ہے۔ ایک عاشق کی پیاس جو اس مچھلی کی طرح بیقرار ہو جو پانی کے سوا کسی اور چیز سے خواہ کیسی ہی عجیب اور لذیذ ہو قرار نہین پکڑ سکتی کیونکر بجھ سکتی ہے جبتک وہ زندگی کا شیرین چشمہ یقینی طور پر اُسے نہ ملے۔ فطرت انسانی خیالی تصویرون اور بے جان مورتون اور اپنے ایجاد کردہ تصورات سے کب سیر ہو سکتی ہے محبت مین ایک جوش ڈالا گیا ہے جو کسی طرح اس کی آگ بجھ نہین سکتی جبتک محبوب کا کلام اُس مین زندگی کی روح نہ پھونکے۔ یہ فطرتی تقاضا صاف بتاتا ہے کہ فاطر فطرت نے عمداً اس مین یہ جوش اور تقاضا خمیر کیا ہے۔ درحقیقت اسکے سوا اور کوئی راہ ہے ہی نہین کہ کامل قادر حی قیوم خدا خود اپنی آواز سے اپنے تئین شناخت کرائے اور اپنی پر قوت اور پر ہیبت اور پر لذت آواز سے اپنی ہستی کا آپ ثبوت دے اسی دقیقہ معرفت کے ثابت کرنیکے لئے قرآن کریم مین آلہہ باطلہ کی تردید مین بارہا اللہ جلشانہ فرماتا ہے کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے اور اسکا جواب دیتے ہین جب تم انہین پکارتے ہو چنانچہ گوسالہ سامری کی پرستش کے احمقانہ فعل پر بنی اسرائیل کی نسبت فرماتا ہے **افلا یرون الا یرجع الیہم قولاً ولا یملک لہم ضرًّا ولا نفعًا**۔ کیا وہ سوچتے نہین کہ وہ ان کی بات کا کچھ جواب نہین دیتا اور انکا ضرر اور نفع کچھ بھی اسکے اختیار مین نہین۔ اس آیت اور اس قسم کی اور بہت سی آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ باریتعالےٰ کی ہستی کے ثبوت کے اعلےٰ اور اکمل اور ابین ذریعون سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے کلام اور تکلیم سے اپنے وجود کا آپ ثبوت دے۔ دوسرا بڑا بھاری اور نہایت ہی مرد آزما مرحلہ اس راہ مین یہ پیش آتا ہے کہ مصنوعات کی ابلغ اور محکم ترکیب اور نظام شمسی کی ہندسی ترتیب مین غور و فکر سے اگرچہ سلیم اور مصفا فطرتین ہونا چاہیئے کی پست حالت سے ترقی کرکے اس نتیجہ پر بھی پہونچ گئی ہین کہ خدا تعالےٰ ہے مگر عبودیت

اور الوہیت مین رابطہ اور تعلق پیدا ہونے کے لئے اتنا اعتقاد کافی نہین کہ خدا ہے۔ بڑا بھاری طلسم اور گنبد بے در جسکے توڑنے اور کھولنے مین ہزارون مادی دانشمند اور یورپ و یونان کی ارضی فراستین سر بسجدہ ہوکر راہ بھول گئی ہین صفات الٰہیہ کا مسئلہ ہے۔ فلسفیون کی راہ مین بڑا بھاری مسئلہ یہی پڑا اور بد تون سے پڑا ہے کہ خدا اور انسان مین کیا تعلق ہونا چاہئے بہت سے لوگون کی ہمت اتنی ہی بات پر قناعت کرجاتی ہے کہ اسقدر ماننا کافی ہے کہ خدا ہے وہ اپنے دل مین اس بات کی تڑپ محسوس ہی نہین کرتے کہ اسکا ہم سے اور ہمارا اس سے کیا تعلق ہے۔ یہ کمزوری اور حجاب اسوجہ سے پیدا ہوا کہ خدا تعالے کو ایک معطل طاقت مانا گیا جسکا نظام عالم سے کوئی تعلق نہین اور جو کبھی تعلق تھا تو اس معمار سے زیادہ نہ تھا جو ایک عمارت کے پورا کرنیکے بعد اس سے بے تعلق ہوجاتا ہے۔ ذرات کائنات پر متصرف اور ہر آن اور شان مین جلالی اور جمالی تجلیات کے دکھانے پر قادر یعنی اپنی مشیت اور ارادہ کو ہر وقت نافذ اور جاری کرنے کی قدرت رکھنے والا اور ہر ایک ذرہ موجودات کو اپنے منشا کے پورا کرنیکے لئے کٹھ پتلی کی طرح نچانے والا ہمیشہ کلام کرنیوالا۔ دعاؤن کا سننے والا صریح اور صاف آواز سے جواب دینے والا ہر زمانہ مین لاتبدیل طور پر وحی اور الہام اور رویا کے سلسلہ کو جاری رکھکر ان امور کو اپنے وجود کا گواہ اور زندہ گواہ ٹھہرانیوالا۔ اپنے ایک ارادہ اور مقصد کے پورا کرنیکے لئے اپنی مصلحت کے اقتضا سے اچھی ہوا کو بری اور بری کو اچھی کرسکنے والا۔ غرض اس قسم کا قادر قاہر حی قیوم اسے مانا نہین گیا اور ظاہر ہے کہ جب تک اسپر ایسا ایمان پیدا نہ ہو انسان کی فطرت مین اس سے تعلق لگانیکے لئے جوش پیدا نہین ہوسکتا۔ ایسے گہرے تعلق کے پیدا کرنیکے لئے انسان کی فطرت مین ایک جوش بخشا گیا ہے جو زندگی کے انقلابات کی مختلف گھڑیون مین تحریک مین آتا۔ اور ہر طرف سے انسان کی ساری امیدون کو کاٹکر بیچارگی اور ناتوانی سے اسکے منہ کو اوپر کیطرف متوجہ کرتا ہے اور اسکے دل مین القا کرتا ہے کہ اسوقت زمین کی ساری طاقتین تیری کاربرآری مین سراسر عجز اور ناتوانی ... ہین۔ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ اس غرض کے حاصل ہونیکے لئے کہ دعا جذر قلب سے نکلے اور استبعاد کی کوئی آلایش اسکے ساتھ نہ ملی ہوئی ہو سب سے بڑا شہتیر جسپر داعی کے ایمان کی چھت کو قائم ہونا ضروری ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر ذوق اور بصیرت سے یقین ہو اور دل اس عرفان سے مسرور اور لبریز ہو کہ اس کی قدرت اور علم اور قاہر ارادہ کی راہ مین کوئی روک نہین۔ عام تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ مادی تعلیمون اور ملمع صنعت کاریون اور دنیا کی چند روزہ کامیابیون اور تعیشات کے ورطہ مین مستغرق ہوجانے کے باعث دلون سے دعا کی تاثیر اور نافع ہونیکا اعتقاد اٹھ گیا ہے اور دعا کو من جملہ اسباب موثرہ اور علل کے یقین کرنا بیہودہ خیال اور توہم کی جنس سے سمجھا جاتا ہے۔ طبائع کی ساری توجہ اسباب کی جویوی کی پرستش مین مصروف ہے اور ان لاانتہا پتھردن کی پوجا سے دلونکو خالق اسباب کیطرف ایک لحظہ

بھی توجہ کرنے کی فرصت نہین ملتی۔ تمام قومون عیسائی۔ آریہ۔ برہمو اور عام مسلمانون مین دعا کا رواج تو ہے مگر وہ خشک بے اثر الفاظ سے زیادہ نہین۔ ہر ایک کو ان مین سے اشبعاد کا جذام لگا ہوا ہے جس سے دل کے سارے اعضا گل سڑ کر گرنیکے قریب ہو گئے ہین۔ ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ہوئے ہین اور دل اس دغدغہ اور خلجان سے ناکوان ناک بھرا ہوا ہے کہ یہ بات تو ہونے والی نہین یہ تو ٹل امر ہے۔ ایک شخص جس امر کو اپنے نزدیک ناممکن سمجھ لیتا اور چار و نطرف نظر دوڑا کر اپنے زعم مین اسباب کو مفقود پاتا ہے خدا تعالےٰ کو بھی اسکے سرانجام دینے یا ناگہان غیر مترقب اسباب کے پیدا کرنیسے عاجز اور قاصر یقین کر لیتا ہے اسکا دل اسکو اسوقت یہ اطمینان نہین دلا سکتا کہ اگرچہ یہ آگ جس مین عنقریب ڈالا جائیگا بڑے طاقتور ہاتھون کی جلائی ہوئی ہے مگر ان سب ہاتھون پر ایک اور ہاتھ ہے جو ہر قسم کے توقع اور انتظار کے خلاف اسکے بجھا دینے اور گلزار کر دینے پر قادر ہے +

غرض ان دونون فقرون لا الٰہ الا اللہ مین اللہ اور محمدؐ مین یہ رابطہ اور یہ مناسبت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ دعوے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اسلئے کہ تمام آلہہ باطلہ کی نفی کے بعد لفظ اللہ کے معنے اور مفہوم مین یہ داخل ہے اور اسکا اثبات کیا گیا ہے کہ وہ مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے یعنی اس مین وہ تمام صفات کامل طور پر موجود ہین جو اس عالم کے ذرہ ذرہ سے تعلق رکھنے اور اسپر قاہر اور قادر حکمرانی کرنیکے لئے ضروری ہین تمام جہان اور اسکے ذرات کی کوششین اور اجتماع اسکے غالب امر اور قاہر مشیت اور نافذ ارادہ کو کسی طرح بھی روک نہین سکتے باین ہمہ یہ دعوے اور مجرد دعوے ہے اور ایسی ذات کی نسبت دعوے ہے کہ جسکے وجود کی نسبت بڑی مشکل سے یقین نے ہوش سنبھالنا شروع کیا ہے چہ جائیکہ اس کی صفات کاملہ کی نسبت وہ ایمان اور یقین پیدا ہو جو اوپر مذکور ہوا ہے لیکن محمدؐ نے ان تمام مشکلات کو بڑی قوت سے رفع کر دیا ہے اسلئے کہ اس انسان کامل کا وجود ایک معلوم اور مثبت حقیقت اور حسی مدرک ہونے کے سبب سے اس غیر مرئی۔ غیر مدرک اور مجہول الکنہ ذات کے اثبات اور دکھا دینے کے لئے دلیل راہ ٹھہرا ہے۔ اس دعوے اور دلیل مین بالفظ دیگر اللہ اور محمدؐ مین کمال رابطہ اور مناسبت یہ ہے کہ دونون لفظ اپنی ترکیب اور مفہوم کے رو سے کمال تام پر دلالت کرتے ہین یعنی جس طرح لفظ اللہ کے یہ معنے ہین کہ وہ ایسی پاک ذات ہے کہ جس مین تمام کامل صفتین جمع ہین اور اس مین کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہین اسی طرح لفظ محمد بھی اپنی بین اور واضح ترکیب سے ایسے وجود پر دلالت کرتا ہے جو جامع ہے۔ ان تمام صفات کاملہ کا جو نشاء بشریت اور عالم انسانیت کے لئے ممکن ہو سکتی ہین اور من کل الوجوہ بری ہے ان تمام نقصون اور کمزوریون سے جو گری ہوئی بشریت اور ذلیل انسانیت کے چہرہ پر بدنما داغ کی طرح لگی ہوئی ہین۔ اسلئے کہ محمد کے معنے ہین بہت حمد کیا گیا یا ایسا انسان کہ جسکی حمد اور ستائش سے زمین اور آسمان بھر جائین اور یہ مرتبہ کسی انسان کو مل نہین سکتا جبتک وہ ہر قسم کے کامل صفات سے موصوف اور عیوب اور نقائص سے منزہ نہ ہو۔

ہے کوئی معرفت الٰہی کا بھوکا اور پیاسا جسے ذوق سلیم اور ذہن مستقیم بخشا گیا ہے۔ جو ان اسمار کی مناسبت اور رابطہ مین غور کرے کیا یہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنے احسن نظام اور ابلغ ترکیب سے ایک عظیم الشان اور لانظیر صداقت اور صداقت کا ثبوت نہین۔ کیسا خوبصورت اور دلکش دعوے ہے کہ اللہ ہے اور اسکے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہین اور اس دعوے کی اسی کی مانند کیسی خوبصورت اور دلکش دلیل ہے کہ محمد اسکا رسول ہے یعنی ایسا کامل انسان جس کے افعال و اعمال محمودہ نے اس جہان مین ہر قسم کی حمد و ستایش کا استحقاق پیدا کیا ہے جب ایسا کامل اور بے عیب فرد اسکا ایلچی اور اسکا پتہ دینے والا ہے تو اس مین شک نہین کہ اللہ ہے اور لاریب تمام کاملہ صفات کا جامع ہے۔

دنیا کے عرف اور رسم مین یہ بات داخل ہے کہ ہر دولت اور قوت کا سفیر اسکا قائم مقام اور اس کی شوکت اور قدرت کا غیر سلطنت کے دلون پر نقشہ اور سکہ جمانیوالا اور اپنی دولت کے سچے منشا کو ظاہر کرنیوالا ہوتا ہے اسلیے ہر سلطنت کو اپنے جلال اور شوکت کے اندازہ پر ایک قابل اور لائق سفیر انتخاب کرنا پڑتا ہے کسقدر خفت اور تحقیر اس سلطنت کو نصیب ہوگی جسکا سفیر محض کھلونا اور سفیہ اور ابلہ ثابت ہو۔ ایسے موقعہ مین جہان سفرائے دول اپنی اپنی سلطنت کے منافع اور مقاصد کے لئے جمع ہوئے ہون اس قوی اور مسلّم اصل کو مد نظر رکھ کر غور کرنا چاہیئے کہ کیا ایسے شہنشاہ کے لئے جسکا نام اللہ ہے کوئی اور سفیر بجز اس شخص کے جسکا نام محمدؐ ہے تجویز ہو سکتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر مین دعوے کرتا ہون اور بصیرت سے دعوے کرتا ہون کہ اللہ کے معنے اور مفہوم اور اسکے تمام مقاصد کو دل مین رکھ کر اور کوئی نام بجز اسم مبارک محمدؐ کے موزون اور برمحل ہی نہین +

میرا دل اس امید سے بھرا ہوا ہے کہ سلیم الفطرت ناظرین جو مذہب سے دلچسپی رکھتے ہین یا کم از کم ندرت پسند طبیعت رکھنے والے اس امر مین غور کرینگے کہ مذہب اسلام کی یہ زرین اصل کیا بڑے بڑے مقاصد کی طرف رہنما نہین۔ کیا یہ اتفاقی اور نا اندیشیدہ ترکیب ہے جو بے جوڑ اور مہمل لفظون سے مرکب ہے یا اسکے ایک ایک لفظ مین ایسی صداقت بھری ہوئی ہے کہ جس کی نظیر دنیا کے قدیم و جدید مذاہب مین پائی نہین جاتی مین فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے مذاہب موجودہ کے حامیونکو اجازت دیتا ہون کہ دلائل سے قطع نظر کرکے بالفعل دعوے کا مقابلہ دعوے سے کرین اسکے بعد دلایل کا دلایل سے موازنہ کرین۔ ایک شخص اپنی سچائی اور کاملیت اور سچی عصمت اور قدوسیت کا کسقدر یقین اور احساس رکھتا ہے جبکہ اللہ کے نام کے ساتھ اپنے نام کو شامل کرتا اور اجازت دیتا ہے کہ دن اور رات مین پانچ مرتبہ بلند جگہون پر اللہ تعالے کے نام کے ساتھ اسکے نام کی ندا کیجائے۔ اُس احساس اور ذوق کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے جیسے وہ اور اسکے پیرو دلون مین محسوس کرتے ہین جبکہ وہ اس مناسبت اور ربط کا تصور کرتے ہین جو اللہ اور محمدؐ مین واقع ہے اس ترکیب کے کامل اور ابلغ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ

جیسے اللہ کے اسم کے سوا یہ اشتہار کسی اور نام کیطرف سے موزون نہین ہو سکتا اسی طرح اسم محمدؐ کے سوا بھی کوئی اور مشتہر اسکا موزون نہین ہو سکتا اس لئے کہ عرف اور لغت مین ایسے اور ان کی مانند کوئی اور الفاظ موجود ہی نہین جو ان اغراض اور مقاصد کا آلہ اور واسطہ بن سکین جو ان لفظون سے مقصود ہین اسے بلفظ دیگر یون سمجھنا چاہئے کہ جیسے ضروری ہے کہ خدا تعالےٰ کا ایسا وجود ہو جو ہر قسم کے کاملہ صفات سے موصوف اور تمام نقصون اور عیبون سے مبرا اور منزہ ہو ویسا ہی ضروری ہے کہ اس کی خبر دینے والا اور اسکا خلیفہ بھی اپنی جنس کے دائرہ مین ہر قسم کے حسن کا جامع اور ہر قسم کے قبح سے پاک ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے اور بڑی عظیم الشان اور نازک اور دقیق حکمت ہے ہم چاہتے ہین کہ اس کے اظہار کے لئے الفاظ کا قالب پیدا کرین اور مفرد لفظون کے ذریعہ ہزارہا معارف اور حقایق کو ایک ہی لحظہ مین دلون پر نازل اور القا کر سکین اور بڑی مفصل تقریرون اور مطول ثبوتون سے طرفۃ العین مین بے نیاز ہو جائین۔ ہم دعوے سے کہتے ہین کہ اسکے لئے بجز ان دو نامون اللہ اور محمدؐ کے اور کوئی لفظ ہمین مل ہی نہین سکتے۔ اور اگر کوئی اور ثبوت اسلام کے پاس اپنی حقیت اور صداقت کا نہ بھی ہوتا جب بھی یہ کلمہ اسکے منجانب اللہ ہونیکا کافی اور وافی ثبوت تھا۔ فالحمد للہ رب العالمین ثم الحمد للہ الذی ہدانا لھذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔

دوسرے سوال کی نسبت بڑا صاف اور مختصر جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دعوے نبوت سے پہلے اپنی قوم مین **الامین** اور **المامون** کے نام سے مشہور تھے یہ مسلم اور مشہور روایت ہے کہ قریش ان برگزیدہ اور قیمتی امانتو جن کی نسبت کسی جگہ سپرد کرنے پر ان کے دل مطمئن اور امین نہین ہوتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے تھے۔ اس طرح پر آپ خدا تعالےٰ کے خاص ارادہ اور حکمت سے اس بڑے دعوے سے پہلے ہی **الامین** مشہور ہو چکے تھے۔ بنو ہاشم کی عظمت اور وقعت تمام قریش اور سائر عرب کے دلون مین ایسی جاگزین تھی کہ کوئی فرد بشر آپکی ذات اور خاندان کی وجاہت اور طہارت کی نسبت کوئی عیب نکال نہین سکتا اور داغ لگا نہین سکتا تھا۔ کس قدر شوکت اور دلی شعور سے بھرا ہوا یہ آپ کا دعوے ہے جو اپنی سوسائٹی مین آپنے کیا کہ ہماری تمام نسل مین آدم تک کوئی سفاح (زنا) واقع نہین ہوا۔ اس دعوے کی تکذیب کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ اس دعوے کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس قوم کیحالت سے واقفیت حاصل ہو جسکے سامنے یہ دعوے کیا گیا۔ یہ مسلم امر ہے کہ عرب عموماً اور قریش خصوصاً زندگی کا فرض اور مایۂ ناز کام اس امر کو سمجھتے تھے کہ ہر ایک قابل شخص اور میدان مین نکل سکنے والا آدمی اپنے باپ دادون اور حریفونکے باپ دادون کے کارنامون کو پشت در پشت بیسیون پشتون تک یاد رکھتا۔ وہ اپنے آبا کے محاسن اور حریف قبیلہ کے آبا کے مثالب کو مقابلہ کے بازارون مین ہزارون ناظرین کے روبرو بیان

کرنا قابل فخر کارنامہ سمجھتے تھے ان مین ہزارون آدمی ایسے تھے جنہین صدیونکے واقعات اور ایام اور ان کی جزئیات کے متعلق لاکھون اشعار زبانی یاد تھے۔ ان کی اس لانظیر قوت حافظہ کو یورپ کے نامی علما نے بھی تسلیم کیا ہے۔ باایں ہمہ ایسی مثالب شمار قوم ایسے وقت مین جبکہ مخالفت کا جوش انہین ہر طرف دوڑاتا ہے کہ کسی طرح دعوے کرنیوالے کے مُنہ پر مہر سکوت لگائین اس دعوے کے مقابل سر تسلیم جھکا دے۔ اس سے زیادہ ثبوت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بے عیب اور معصوم زندگی کا اور کیا ہو سکتا ہے +

سیرۃ ابن ہشام مین جو بہت پُرانی اور نہایت معتبر سیرۃ کی کتاب ہے لکھا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ہر سال موسم پر یعنی میلہ پر تشریف لے جاتے اور لوگون پر اسلام پیش کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک موسم مین بنو عامر آئے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول انہیں تبلیغ کی مگر انہون نے سرکشی سے انکار کیا۔ اس قوم بنو عامر مین ایک بہت بوڑھا اور معتمد علیہ بزرگ تھا جو کبر سنی کی وجہ سے میلہ مین حاضر ہونیسے قاصر ہو گیا تھا قوم کے نوجوانون نے یہ التزام کر رکھا تھا کہ میلہ سے واپس ہوتے ہوئے جو کچھ دیکھا سنا ہوتا اسے سناتے جاتے۔ اسی دفعہ انہون نے یہ نیا واقعہ بھی اُسے سنایا۔ ابن ہشام کہتے ہین۔ فوضع الشیخ یدیہ علی راسہ ثم قال یا بنی عامر والذی نفس فلان بیدہ ماتقولہا اسمٰعیلی قط انہا الحق یعنی ان کی سرکشی اور انکار کی باتین سن کر اس بزرگ نے اپنے دونون ہاتھ سر پر رکھے اور کہا اے بنی عامر مجھے خدا کی قسم کسی اسمٰعیلی نے ایسا دعوے کر کے خدا تعالے پر افترا نہین کیا اور یہ دعوے سچا ہے۔ پھر اسی سیرۃ مین لکھا ہے کہ حضرت حمزہ علیہ السلام کے اسلام لانیکے بعد عتبہ بن ربیعہ نے ایک دن قوم سے کہا جبکہ وہ لوگ تعجب اور رنج سے دیکھ رہے تھے کہ اسلام دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے یا معشر قریش الا اقوم الے محمد فاکلمہ واعرض علیہ امورا لعلہ یقبل بعضہا فنعطیہ ایہا شاء ویکف عنا فقالوا بلی یا ابا الولید قم الیہ فکلمہ فقام الیہ عتبۃ حتی جلس الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا ابن اخی انک منا حیث قد علمت من السطۃ فی العشیرۃ والمکان فی النسب الخ۔ اے قوم قریش اگر تم پسند کرو تو مین محمد سے بات چیت کرون اور کچھ باتین پیش کرون ممکن ہے کہ وہ کسی امر کو قبول کرلے۔ اور جس بات کو وہ قبول کرے ہم بھی اسپر راضی ہو جائین اور اس طرح وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دے۔ انہون نے کہا بہت بہتر آپ ان سے کلام کرین۔ پھر عتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گیا اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے برادر زادے تجھے خوب علم ہے کہ ہم تجھے قبیلہ مین کسقدر اکرم اور برگزیدہ اور صاحب مجدت و رفعت مانتے اور بلحاظ نسب کے تجھے اعلے درجہ کا یقین کرتے ہین۔ پھر اسی کتاب مین لکھا ہے کہ کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنیکے وقت جب قریش مین نزاع کھڑی ہو گئی کہ رکن اسود کو کون نصب کرے اور قریب تھا کہ فتنہ کی آگ مشتعل ہو کر بہت سے خاندانون کو راکھ کر دیتی

ابوامیہ بن مغیرہ نے جو سب مین بڑا تھا کہا۔ اجعلوا بینکم فیما تختلفون اول من یدخل من باب ہذا المسجد یقضی بینکم ففعلوا فکان اول داخل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما راؤہ قالوا ہذا الامین رضینا ہذا محمد۔ تم اس اختلاف اور نزاع کے معاملہ مین ایسے شخص کو حکم مان لو جو اس مسجد کے دروازہ سے سب سے پہلے داخل ہو ان سب نے منظور کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ سب سے اول داخل ہونیوالا شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے لوگ آپکو دیکھکر پکار اٹھے۔ یہ **الامین** ہے ہم اسپر راضی ہین یہ محمدؐ ہے۔ اسکے آگے ابن ہشام لکھتے ہین۔ وکانت قریش تسمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبل ان ینزل علیہ الوحی الامین یعنی قریش نزول وحی سے پہلے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو الامین کہا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک موقعہ پر حضرت ابن ہشام پر محبت اور عاشقانہ ادا سے لکھتے اور امر واقع کی گواہی دیتے ہین۔ فشب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واللہ تعالے یکلوہ ویحفظہ ویحوطہ من اقذار الجاہلیۃ لما یرید بہ من کرامتہ ورسالتہ حتی بلغ ان کان رجلا افضل قومہ مروۃ واحسنہم خلقا واکرمہم حسبا واحسنہم جوارا واعظمہم حلما واصدقہم حدیثا واعظمہم امانۃ وابعدہم من الفحش والاخلاق التی تدنس الرجال تنزہا وتکرما حتی ما اسمہ فی قومہ الا الامین لما جمع اللہ فیہ من الامور الصالحۃ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بڑھتے اور پھولتے اور اللہ تعالے آپ کی پاسبانی اور حفاظت فرماتا اور آپکو جاہلیت کے تمام عیبون اور گندونسے بچاتا اس لئے کہ آپکو اپنا رسول اور مورد فضل وکرم بنانا تھا تاآنکہ آپ سن بلوغ کو پہنچکر ایسے مرد نکلے کہ ساری قوم سے مروت مین افضل خلق مین احسن۔ حسب مین اکرم۔ ہمسایونسے حسن سلوک مین احسن حلم مین اعظم۔ بات مین اصدق۔ امانت مین اعظم اور ان تمام اخلاق سے جو مردونکے دامن کو آلودہ اور چرکین کردیتی ہین اور ہر قسم کی بدگفتاری اور بدکرداری سے پاک تھے چنانچہ ان سب امور کے لحاظ سے قوم مین آپ الامین کے نام سے مشہور ہو گئے +

غرض یہ سب شہادتین ہین ایسی قوم کے منہ سے جنکے نزدیک کسی کی تعریف کرنا سرخ موت کے اختیار کرنے سے زیادہ گران تھا اور یہ ایسے وقتون کی گواہیان ہین کہ جب آپ زندگی کے اس چبوترہ پر جلوہ فرما ہوئے تھے جہان بیٹھکر عرف اور عادت کے نزدیک بہت ہی تھوڑے بے عیب ثابت ہوئے ہین۔ یہ درحقیقت خدا تعالے کے فضل اور بڑے شکر کی بات ہے کہ اسلام کی وہ ساری کتابین جو کتب سیر کے نام سے مشہور ہین اور احادیث کی کتابین جو تاریخی اور تنقیدی لحاظ سے بھی تمام دنیا کی مذہبی اور مقدس کتابون سے بڑھی ہوئی ہین اور وہ دواوین اشعار جو جاہلیت کیطرف منسوب ہین یہ ساری کتابین بالاتفاق گواہی دیتی ہین کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل اور بعد دونون زمانون مین قوم کے عرف اور رسم اور عادت اور الف کے لحاظ سے مسلّم پاک اور بے داغ مانے گئے۔ کوئی تاریخ گواہی نہین دے سکتی کہ کسی مامور مصلح کی زندگی کی کتاب ایسی صاف اور خوشخط لکھی ہوئی موجود ہو اور پھر ایسی صحیح اور بلیغ ہو کہ جلدون کی جلدین پڑھکر بھی عدو کو نکتہ چینی کے لئے ایک حرف پر بھی ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکے۔

ہین بڑی دلیری اور بصیرۃ سے دعوے کرتا ہون کہ پہلے اور پچھلے زمانون مین ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص ہین جو انسان تاریخ ہین اس لیئے کہ آپنے وہ کام کیئے اور وہ نشان چھوڑے ہین جنہین تاریخ فخر و ناز سے اپنے صحیفون مین جگہ دیتی ہی اور آپ ایک ہی بے داغ اور بے عیب انسان ہین کہ جن کی پیدائش اور طفولیت اور جوانی اور بڑھاپے اور انجام کی زندگی کے اوراق کے پبلک کی آنکھونکے آگے کھولکر رکھ دینے سے تاریخ کبھی شرمندہ نہین ہوتی اور تاریخ بھی آپ ہی کے اسم گرامی کیطرف مضاف ہوکر واقعی اور معنی خیز ترکیب بن سکتی ہی یا اسے یون تعبیر کرو کہ آپ ہی ایک گرامی اور مسلم اور واقعی شخص ہین کہ جن کی سوانح زندگی ابتدا سے آخر تک دنیا مین محفوظ ہین اور اس خصوص مین مصلحان عالم کے گروہ سے کوئی بھی آپ کا شریک نہین۔ غرض صرف ایک ہی شخص کے لحاظ سے ہسٹری آف محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور محمد آف ہسٹری دونون ترکیبین درست اور واقعی ہین + (باقی دارد) عبدالکریم

* حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تقریر کا خلاصہ

آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہی تو مین چاہتا ہون کہ کچھ بطور نصیحت چند الفاظ تمہین کہون۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہین۔ اگر کوئی شخص خدا پر ایمان رکھے اور پھر قرآن کریم پر غور کرے کہ خدا تعالے نے کیا کچھ قرآن مین فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ خدا کا ہو جاوے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت با خداوند۔ اب خدا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا کیطرف آنا چاہتا ہے اور فی الواقعہ اسکا دل ایسا نہین کہ اُس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو تو وہ خدا کے نزدیک قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا مین دیکھتے ہین کہ اسکے مقاصد حاصل کرنیکے لئے جبتک کافی حصہ اپنا ان کی طلب مین خرچ نہ کر دین وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہین۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اس کی ایک مقدار مقرر کر دے اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہین کھاتا بلکہ تھوڑا حصہ اس دوائی کا استعمال کرتا ہی تو اسکو کیا فایدہ اس سے ہوگا۔ ایک شخص سخت پیاسا ہے تو ممکن نہین کہ ایک قطرہ سے اس کی پیاس دور ہو سکے۔ اسی طرح جو شخص بھوکا ہے وہ ایک لقمہ سے سیر نہین ہو سکتا اسی طرح خدا تعالے یا اسکے رسولؐ پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہر رسم کے طور پر بیعت کر لینا بالکل بے سود ہے۔ جبتک انسان پوری طاقت سے خدا تعالیٰ کی راہ مین نہ لگجاوے۔ نفس کی خیر خواہی اسی مین ہے کہ انسان پورے طور پر وہ حصے جو روحانی زندگی کیلئے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کہ مین مسلمان ہون کافی نہین۔ مین نصیحت کرتا ہون کہ آپنے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہی (خدا تعالے اس مین برکت ڈالے) اسکو بڑھانے اور مضبوط کرنیکی فکر مین ہر وقت

* یہ تقریر حضرت اقدسؑ نے بمقام گورداسپور ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو بعد از نماز عصر کی تھی۔ تحریک کا باعث چند احباب حیدر آباد دکن کے تھے جنہون نے اسی دن حضور علیہ السلام سے شرف بیعت حاصل کیا تھا +

لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جبتک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وہم لایفتنون الخ یعنی کیا انسانوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم صرف آمنا کہکر ہی چھٹکارا پا ئینگے اور کیا وہ آزمائش میں ڈالے نہ جاوینگے سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالےٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانیوالے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا کی راہ کو اپنے مصالح کے برخلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے انکو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کے راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جبتک انسان خدا کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتارلے تب تک وہ خدا کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا ہمارے نزدیک بھی ایک بیوفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں جو نوکر صدق و وفا نہیں دکھلاتا وہ قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجہ کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھکر خدا کو چھوڑتا ہے۔ بیعت سے مراد خدا تعالےٰ کو جان سپرد کرنا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا کے ہاتھ بیچدی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کی راہ میں چلکر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اسی کا ہے جو کاذب ہے جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو اللہ تعالےٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے وہ یاد رکھے کہ بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے نہ چھوڑا سکیگا اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اس سے دریافت کریگا کہ تونے میرا پاس کیوں نہ کیا اسلئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خدا جو مالک السموات والارض ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے خدا ہی یہ امر دلمیں بٹھا تو بیٹھ سکتا ہے سو اسکے لئے دعا بکار ہے +

جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے اسکو ایک عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دیجاتی ہے مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے کہ جس قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے ہیں نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر تم میں جذب محبت خدا کی راہ میں کافی ہو۔ تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھینچے آویں اور کیوں تم میں ایک مقناطیسی طاقت پیدا نہ ہو جاوے۔ دیکھو قرآن میں سورہ یوسف میں آیا ہے۔ "ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان را برہان ربہ" یعنے جب زلیخا نے یوسف کا قصد کیا یوسف بھی زلیخا کا قصد کرتا اگر ہم حائل نہ ہوتے۔ ایکطرف تو یوسف جیسا متقی نبی۔ اور اسکے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی زلیخا کیطرف مائل ہو ہی چکا تھا۔ اگر ہم نہ روکتے۔ اسمیں سر یہ ہے کہ انسان میں ایک کشش محبت ہوتی ہے۔ زلیخا کی کشش محبت اسقدر

غالب آئی تھی کہ اس کشش نے ایک منفی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ سو جائے شرم ہے کہ ایک عورت مین جذب اور کشش اسقدر ہو کہ اسکا اثر ایک مضبوط دلیر ہو جاوے اور ایک شخص جو مومن ہونیکا دعوے کرتا ہے اس مین جذب محبت الہی اس قدر نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف کھینچے چلے آوین۔ یہ عذر قابل پذیرائی نہین کہ زبان مین یا وعظ مین اثر نہین۔ اصلی نقص قوت جاذبہ مین ہے جبتک وہ کامل نہیں تب تک زبانی خالی باتون سے کچھ حاصل نہین ہوتا۔

اور ہمارے مسائل سو وہ بھی بالکل صاف ہین۔ مثلاً قرآن کی یہ آیت **فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم**۔ اس مین ایک سوال جواب ہی خدا تعالے مسیح علیہ السلام سے پوچھیگا کہ کیا تو نے لوگونکو ایسی تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری مان کو معبود بنا لینا تو وہ جواب مین عرض کرینگے کہ بارخدایا جبتک مین زندہ رہا اور ان مین رہا مین نے تو ان کو ایسی تعلیم نہین دی۔ البتہ جب تو نے مجھکو مار دیا تو پھر تو ہی انکا نگران حال تھا۔ مجھے کوئی علم نہین کہ میرے پیچھے انہون نے کیا کیا۔ یہ کیسی موٹی بات ہی کہ خود مسیحؑ اپنی وفات کا اقرار کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ عیسائی اگر بگڑے تو میری وفات کے بعد بگڑے۔ جبتک مین ان مین زندہ رہا تب تک وہ صحیح عقیدے پر قائم تھے۔ اب اگر عیسائی بگڑ گئے ہین تو بالضرور مسیح مر چکا ہے۔ اور اگر مسیح آج تک نہین مرا تو پھر عیسائی بھی نہین بگڑے۔ اور اگر عیسائی نہین بگڑے تو بالضرور عقیدہ الوہیت مسیح بھی درست ہے۔ پھر مسیحؑ کا یہ کہدینا کہ مجھے تو انکے بگڑنیکا علم نہین جیسے کہ اسی آیت سے پایا جاتا ہے کیا یہ جواب ان کا جھوٹا نہین ہوگا۔ اگر ان کا دوبارہ دنیا مین آنا درست ہی کیونکہ یہ سوال جواب تو قیامت کو ہوگا۔ اور اگر انہون نے دوبارہ دنیا مین آکر چالیس سال رہنا ہی۔ اور عیسائیون اور کفارہ کو قتل کرکے اسلام کو پھیلانا ہے۔ تو بالضرور انہون نے عیسائیون کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ لیا ہے اور اس بگڑی ہوئی حالت کو دیکھکر وہ دوبارہ اس دنیا سے تشریف لے جاوینگے تو پھر جناب مسیح کا یہ جواب دینا خدا کے حضور مین دروغ بیانی ہی کیا وہ احکم الحاکمین نہ کہیگا کہ تو تو دوبارہ دنیا مین گیا اور تو نے دیکھ لیا کہ میری امت بگڑ چکی تھی۔ ایک مجازی حاکم کے آگے غلط بیانی دروغ حلفی کے جرم کا خطرناک ارتکاب ہے۔ چہ جائیکہ ایک عالم الغیب حاکم کی جناب مین ایسی دروغ بیانی کیجا[ئے]

تو گویا اس آیت نے بڑی صفائی کے ساتھ ایک طرف مسیح کی وفات کو ثابت کر دیا اور دوسری طرف انکے دوبارہ دنیا مین تشریف لانیکا بطلان کر دیا اسکے مقابل جب ہم حدیثون پر غور کرتے ہین تو وہان سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت رسالتمآب نے فرمایا اور یہ متفق علیہ حدیث ہی کہ مین نے جناب مسیحؑ کو حضرت یحییٰ کے ساتھ دیکھا۔ حضرت یحییٰ کا مرجانا اور ان کا اس جماعت مین داخل ہونا جن کی قبض روح ہو چکی ہے ثابت شدہ امر ہے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ مسیحؑ بلا قبض روح و انتقال کرنیکے ایک ایسے شخص کا جلیس ہو جو دنیا سے مر چکا ہے اب ایکطرف قول خدا اور دوسری طرف رویت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے وفات

مسیح اور ان کا دوبارہ دنیا میں واپس نہ آنا قطعی ثابت ہوگیا۔ اب بھی یہ لوگ اگر عقیدہ حیات مسیح سے باز نہ آویں تو یہی سمجھا جاویگا کہ سچی ہدایت اور سعادت صرف خدا کیطرف سے ہے انکے حال پر تو پھر سعدی کا یہ قول صادق آتا ہے کہ آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی + اینست جوابش کہ جوابش ندہی + رہا یہ کہ آنیوالا کون ہے اسکا فیصلہ بھی قرآن و حدیث نے کر دیا ہے سورہ نور نے صاف طور پر بیان کیا ہے کہ رسول اکرمؐ کے خلفاء اس امت میں سے ہونگے۔ بخاری اور مسلم کا بھی یہی مذہب ہے کہ آنیوالا مسیح اس امت میں سے ہوگا۔ اب ایک طرف قرآن و حدیث بنی اسرائیلی مسیح کی موت اور اسکے دوبارہ نہ آنیکو بیان کرتے ہیں دوسری طرف یہی قرآن و حدیث آنیوالے مسیح کو اسی امت میں سے ٹھہراتے ہیں تو پھر اب انتظار کس بات کا ہے۔ اب علامات کو بھی دیکھ لیا جاوے۔ صدی کے سر پر مجدد کا آنا سب نے تسلیم کیا ہے اور یہ بھی مانا ہے کہ مسیح بھی بطور مجدد صدی کے سر پر آویگا صدی میں سے بائیس سال گذر گئے اور اسوقت تک مجدد نظر نہیں آیا آخر اس صدی کے سر پر جس مجدد نے آنا تھا وہ کہاں ہے۔ مہدی کا نشان کسوف و خسوف تھا جو رمضان میں ہوتا تھا۔ اس کسوف و خسوف پر بھی آٹھ سال گذر گئے مہدی نہ آیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ نشان تو ہو گیا لیکن صاحب نشان بعد میں آویگا تو یہ عقیدہ بڑا فاسد ہے اور قسم قسم کے فسادات کی بنا ہے۔ اگر ایک زمانہ کے بعد کئی ملبس الشان مہدویت کے مدعی ہو جاویں تو پھر ان میں کون فیصلہ کریگا ضرور ہے کہ صاحب نشان نشان کے ساتھ ہو۔ یہ لوگ ممبروں پر چڑھکر صدی کے سرے کو اور کسوف و خسوف کو یاد کیا کرتے اور روتے تھے لیکن جب وہ وقت آیا تو یہی لوگ دشمن بنگئے۔ حدیث کے مطابق تمام نشان واقع ہو گئے لیکن یہ لوگ اپنی ضد سے باز نہیں آتے کسوف خسوف کا عظیم الشان نشان ظاہر ہوگیا لیکن خدا کے اس نشان کی قدر نہ کی گئی اسی طرح کل انبیاء کی کتب سابقہ اور قرآن و حدیث میں ایک اور بلا کیطرف اشارہ تھا جو کسوف خسوف کے آسمانی نشان کے بعد آنیوالا تھا اور وہ طاعون ہے جو وہ بھی مسیح کے زمانہ سے وابستہ تھی یہ ایک خطرناک مصیبت ہے جس کی طرف ہر ایک اولوالعزم نبی نے بالتصریح یا بالاجمال اشارہ کیا ہے طاعون آگئی۔ لاکھوں انسان تباہ ہو گئے اور نہ معلوم کب تک اسکی تباہی چلتی رہیگی لیکن جس موعود کے زمانہ کی شناخت کا یہ نشان ہے اسے ابتک ان لوگوں نے نہ پہچانا۔ اسی طرح زمین اور آسمان نے شہادت دی لیکن ان شہادتوں کو ردی سمجھا گیا۔ خدا غیور ہے اور وہ اپنی غیرت دکھلائیگا ایک مجازی حاکم عدول حکمی پسند نہیں کرتا تو وہ احکم الحاکمین غیور خدا کب اس عدول حکمی کو بلا سزا چھوڑیگا ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ **نئی سواری** تھی جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا۔ قرآن نے **اذا العشار عطلت**۔ (جب اونٹنیاں بیکار ہو جاوینگی) کہکر اس زمانہ کا پتہ بتلایا۔ حدیث نے مسیح کے نشان میں یوں کہا "لیترکن القلاص فلا یسعی علیہا" پھر یہ نشان کیا پورا نہ ہوا حتٰے کہ اس سرزمین میں بھی جہاں آج تک اونٹنی کی سواری تھی اور بغیر اونٹوں کے گذارہ نہ تھا۔ وہاں بھی اس سواری کا انتظام ہو گیا

اور چند سالون مین اونٹون کی سواری کا نام نشان نہین ملیگا۔ اونٹنیان بیکار ہوگئین۔ مقرر کردہ نشان پورے ہوگئے۔ لیکن جس کا یہ نشان تھا۔ وہ پہچانا نہ گیا۔ یہ امور بھی میرے اختیار مین تھے کہ ایک طرف تو مین دعوے کرون۔ اور دوسری طرف یہ نشان پورے ہوتے جا دین۔ کیا آسمانی نظام پر بھی میرا دخل ہے جو کسوف وخسوف موعود کو پیدا کر لیتا۔ یا میرے ہاتھ مین کوئی ایسے مواد ہین جن سے زمین پر موعود طاعون پیدا ہوگئی۔ یا حج کا روکنا جو بھی مسیح کا نشان تھا۔ کیا یہ بھی میرے اشارہ سے ہوا۔ اسی طرح بیسیون نشان زمانہ مسیح کے ساتھ وابستہ تھے وہ سب پورے ہوگئے۔ خدا تعالے نے کونسی حجت کو ان پر پورا نہین کیا لیکن ان کا انکار ابھی اسی طرح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمانہ مین دہریت پھیلی ہوئی ہے جو خفیہ خفیہ سب دلون پر اثر کر رہی ہے۔ خشیت الٰہی دن بدن مفقود ہو رہی ہے۔ کان رکھتے ہین پر سن نہین سکتے۔ آنکھین رکھتے ہین پر نہین دیکھتے۔ دل رکھتے ہین پر نہین سمجھتے یہی وجہ ہے کہ انکار ہے ورنہ معاملہ تو بہت ہی صاف تھا۔ میری کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کسقدر اتمام حجت کیگئی ہے اب انکے پاس کوئی جواب نہین خدا نے قوی دلائل سے انکار کا رگ و ریشہ کاٹ دیا ہے لیکن یہ نہین دیکھتے +

ایک مامور کی شناخت کے تین طریق ہین۔ نقل۔ عقل۔ تائیدات سماوی۔ اب دیکھنا چاہئیے کہ یہ تینون امور اس سلسلہ کے مؤید ہین۔ دانیال اور دیگر انبیاء نے تو اسکے آنیکا زمانہ مقرر کر دیا ہے حتی کہ صدی اور سال بھی مقرر کر دیا ہے۔ تمام عیسائیون مین ایک قسم کی گھبراہٹ پیدا ہوئی ہے کیونکہ کتب سابقہ کے مطابق مسیح کی آمد کا وقت آچکا ہے اور مسیح ابھی تک آیا نہین۔ اسلئے بعض علماء آخر مجبور ہو کر اسطرف گئے ہین کہ مسیح کی آمد ثانی سے مراد کلیسیا کی ترقی ہے جو ہو چکی ہے۔ اسی طرح ہماری کتب کے مطابق بھی بعثت مسیح کا یہی زمانہ ہے حجج الکرامہ والے نے لکھا ہے کہ کل اہل کشوف اسی طرف گئے ہین کہ مسیح کی آمد ثانی کے لئے چودھوین صدی مقرر ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اسی زمانہ کے لئے اسے چراغ دین کہا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک بزرگ نے جو زمانہ مقرر کیا ہے۔ وہ چودھوین صدی سے آگے نہین گیا اگرچہ ان مین کچھ اختلاف ہے۔ چودھوین صدی مین لطیف اشارہ اس طرف تھا کہ دین اسلام چودھوین رات کے چاند کی طرح اس زمانہ مین چمک اٹھیگا جس طرح چاند کا کمال چودھوین رات کو ہوتا ہے اسی طرح اسلام کا کمال کل دنیا مین چودھوین صدی مین ظاہر ہوگا۔ تیرھوین صدی کی تاریکی ان لوگون مین ضرب المثل ہے بعض کہتے ہین کہ اس صدی کے علماء سے بھیڑیون نے بھی نجات مانگی تھی۔ یہ لوگ چودھوین صدی کے لئے منتظر تھے۔ لیکن جب صدی آگئی تو اپنی بدبختی کے باعث انکار کر گئے اسی طرح قرآن مین ذکر ہے۔ "ولما جاءهم كتب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به" اہل کتاب منتظر تھے کہ پیغمبر کے آنے پر وہ اسکے ساتھ ملکر کفار سے جنگ کرینگے۔ لیکن جب پیغمبر آیا تو انکار پر آمادہ ہوگئے +

عقل کے نزدیک بھی زمانہ مسیح کا یہی معلوم ہوتا ہے اسلام اسقدر کمزور ہوگیا ہے کہ ایک وقت ایک شخص کے مرتد ہو جانے پر اسلام میں شور پڑ جاتا تھا۔ لیکن اب لاکھوں مرتد ہو گئے رات دن مخالفت اسلام میں کتب تصنیف ہو رہی ہیں اسلام کی بیخ کنی کے واسطے طرح طرح کی تجاویز ہو رہی ہیں عقل پسند نہیں کرتی کہ جس خدا نے "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" کا وعدہ دیا ہے وہ اسوقت اسلام کی حفاظت نہ کرے اور خاموش رہے یہ زمانہ کس قسم کی مصیبت کا اسلام پر ہے کہ شرفا کی اولاد دشمن اسلام ہو کر گرجاؤں میں چلے گئے اور کھلے طور پر رسول اکرم کی توہین ہو رہی ہے ہر ایک قسم کی گالی اور سب و شتم میں آنحضرتؐ یاد کیا جاتا ہے۔ ان تمام امور کو بہیئت مجموعی اگر دیکھا جائے تو عقل کہتی ہے کہ یہی وقت خدا کی تائید کا ہے اور میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو اسلام برباد ہو چکا تھا۔ سو خدا کے وجود کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ عین ضرورت کے وقت خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور عین مصیبت کے وقت اسلام کو سنبھالا +

تائیدات سماوی بھی اگر دیکھی جاویں تو یہاں بھی ایک بڑا خزانہ ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے اگر میں ان تمام نشانوں کو جمع کروں جو ہر روز میں اور میرے ساتھ رہنے والے دیکھتے ہیں تو ان کی تعداد لاکھ کے قریب ہو جاتی ہے۔ قطع نظر اسکے صرف براہین احمدیہ کے بعض الہامات کو دیکھا جاوے جو بیس برس ہوئے کہ یہ کتاب تصنیف ہوئی جو اسوقت مکہ مدینہ مصر بخارا۔ لنڈن اور ایسا ہی ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں پہونچ گئی۔ کئی ایک پادریوں اور دیگر مخالفین اسلام کے گھروں میں اسوقت پہونچ گئی۔ اب اس کتاب میں مثلاً لکھا ہے کہ خدا کیطرف سے مجھے ارشاد ہے کہ اسوقت تو اکیلا ہے اور تیرے ساتھ کوئی نہیں لیکن ایک وقت آویگا کہ لوگ تیرے پاس دور دور سے آوینگے (یاتون من کل فج عمیق) تو لوگوں میں پہچانا جاویگا اور تیری شہرت کیجاوے گی۔ تیری امداد اور تائید کو دور دور سے لوگ آوینگے۔ پھر کہا کہ لوگ کثرت سے آوینگے اور تو ان سے نرمی اور اخلاق سے پیش آنا۔ ان کی ملاقات سے مت گھبرا۔ (ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس) پھر آخر کار فرمایا اذا جاء نصر اللہ و الفتح۔ و انتہی امر الزمان الینا۔ الیس ہذا بالحق۔ یعنے جب خدا کی فتح اور نصرت آویگی۔ اور زمانہ کا امر ہماری طرف منتہی ہوگا تو اسوقت کہا جائیگا کہ کیا یہ سلسلہ حق نہیں۔ اب لاہور اور امرتسر کے لوگ اور ایسا ہی پنجاب کے اکثر لوگ اسبات سے واقف ہیں کہ براہین کی اشاعت کیوقت مجھے کوئی جانتا نہیں تھا حتے کہ قادیان میں بھی بہت کم لوگ ہونگے جو مجھے پہچانتے ہونگے۔ پھر یہ امور کس طرح پورے ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہ پیشگوئیاں بدرجہ اتم ابھی پوری نہیں ہوئیں لیکن جسقدر ان الہامات کا ظہور ہو رہا ہے وہ طالب حق کے لئے کافی ہے۔ اب کیا یہ میری بناوٹ ہے کیا ایک انسان

آج سے چوبیس سال پہلے آج کل کے واقعات کا نقشہ کھینچ سکتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ ہزارہا مخلوق کا مرجع ہوگا خصوصاً جبکہ ایک مدت تک ان امور کا ظہور نہ ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ امور کسی فراست کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ ان امور کو دیکھ کر مین کہہ سکتا ہون کہ جسقدر نشانات خداتعالےٰ نے میری تائید مین ظاہر کئے وہ اپنی تعداد اور شوکت مین ایسے ہین کہ بجز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کل انبیاء و مرسلین سے ایسے ثابت نہین ہوئے لیکن اس مین میرا کیا فخر ہے۔ یہ سب کچھ تو اس پاک نبی کی فضیلت ہے جسکی امت مین ہونیکا مجھے فخر حاصل ہے۔ پھر مین کہتا ہون کہ آج کل کے پیرزادون اور سجادہ نشینون کو آزماؤ کسی پادری یا کسی مذہب کے سرگروہ کو میرے مقابل مین لاؤ خداتعالےٰ نشان نمائی مین بالضرور اسکو میرے مقابل شرمندہ اور ذلیل کریگا۔ یہان تو نشانون کا دریا بہ رہا ہے۔ میرے دوست اس الہام سے خوب واقف ہین جو دس بارہ سال ہوئے خداتعالےٰ نے مجھے فرمایا **انی مھین من اراد اھانتک و انی معین من اراد اعانتک**۔ اس ایک الہام کو کسقدر مختلف مواقع اور محل پر میرے دوستون نے پورا ہوتے دیکھا کس طرح لوگون نے میری اہانت اور تذلیل کے لئے بیڑے اٹھائے اور کس طرح وہ خود ہی ذلیل اور خوار ہو گئے اسکی ایک مثال نہین بلکہ کئی ایک مثالین ہین ہان یہ ضرور ہے کہ ان نشانات کو دیکھ کر بھی لوگ ابھی گمراہ ہین سو بات یہ ہے کہ دنیا مین ہمیشہ سے دو گروہ چلے آئے ہین ایک سعید دوسرا شقی۔ ابوجہل نے ہزارون نشان دیکھے لیکن وہ کافر ہی رہا۔ سو اس صورت مین مومن کے لئے ضرور ہے کہ وہ دعا مین لگا رہے۔

آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخم ریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ مجھ سے اکثر ملاقات کرین اور اس تعلق کو مضبوط کرین جو آج قایم ہوا ہے۔ جس شاخ کا تعلق درخت سے نہین رہتا وہ آخرکار خشک ہوکر گر جاتی ہے جو شخص زندہ ایمان رکھتا ہے وہ دنیا کی پروا نہین رکھتا دنیا ہر طرح ملجاتی ہے۔ دنیا پر دین کو مقدم رکھنے والا ہی مبارک ہے لیکن جو دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے وہ ایک مردار کی طرح ہے۔ جو کبھی سچی نصرت کا منہ نہین دیکھتا۔ یہ بیعت اسوقت کام آسکتی ہے جب دین کو مقدم کر لیا جاوے۔ اور اس مین ترقی کرنیکی کوشش ہو۔ بیعت ایک بیج ہے جو آج بویا گیا اب اگر کوئی کسان صرف زمین مین تخم ریزی پر ہی قناعت کرے اور پھل حاصل کرنیکے جو جو فرایض ہین ان مین سے کوئی ادا نہ کرے نہ زمین کو درست کرے اور نہ آبیاری کرے اور نہ موقعہ بموقعہ مناسب کھاد زمین مین ڈالے نہ کافی حفاظت کرے تو کیا وہ کسان کسی پھل کی امید کر سکتا ہے۔ ہرگز نہین اسکا کھیت بالضرور تباہ اور خراب ہوگا کھیت اسی کا ہریگا جو پورا زمیندار بنیگا۔ سو ایک طرح کی تخم ریزی آپ نے بھی آج کی ہے۔ خدا جانتا ہے کہ کس کے مقدر مین کیا ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جو اس تخم کو محفوظ رکھے اور اپنے طور پر ترقی کے لئے دعا کرتا رہے۔ مثلاً نماز ون مین ایک

قسم کی تبدیلی ہونی چاہیئے مین دیکھتا ہون کہ آج کل لوگ جس طرح نماز پڑھتے ہین وہ محض ٹکرین مارنا ہے ان کی نماز مین اس قدر بھی رقت اور لذت نہین ہوتی جس قدر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مین ظاہر کرتے ہین۔ کاش یہ لوگ اپنی دعائین نماز مین ہی کرتے شاید ان کی نمازون مین حضور اور لذت پیدا ہو جاتا اسلیئے مین حکماً آپکو کہتا ہون کہ سردست آپ بالکل نماز کے بعد دعا نہ کرین اور وہ لذت اور حضور جو دعا کے لئے رکھا ہے دعاؤنکو نمازون مین کر کے پیدا کرین ہیمرا مطلب یہ نہین کہ نماز کے بعد دعا کرنی منع ہے لیکن مین چاہتا ہون کہ جبتک نماز مین کافی لذت و حضور پیدا نہو نماز کے بعد دعا کرنے مین نماز کی لذت کو مت گنواؤ۔ ہان جب یہ حضور پیدا ہو جاوے تو کوئی ہرج نہین سو بہتر ہے کہ نماز مین دعائین اپنی زبان مین مانگو جو طبعی جوش کسی کی مادری زبان مین ہوتا ہے وہ ہرگز غیر زبان مین پیدا نہین ہو سکتا سو نمازون مین قرآن اور ماثورہ دعاؤنکے بعد اپنی ضرورتون کو بہ نگ دعا اپنی زبان مین خدا تعالے کے آگے پیش کرو تا کہ آہستہ آہستہ تمکو حلاوت پیدا ہو جاوے سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہ سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہون سے ہی دل سخت ہو جاتا اور انسان دنیا کا کیڑا بنجاتا ہے۔ ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالے ہم سے گناہونکو جو دل کو سخت کر دیتے ہین دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔ دنیا مین مومن کی مثال اس سوار کی ہے کہ جو جنگل مین جا رہا ہے اور راہ مین بسبب گرمی اور تکان سفر کے ایک درخت کے نیچے سستانے کے لئے ٹھہر جاتا ہے لیکن ابھی گھوڑے پر سوار ہے اور کھڑا کھڑا گھوڑے پر ہی کچھ آرام لیکر آگے اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے لیکن جو شخص اس جنگل مین گھر بنا لے وہ ضرور درندون کا شکار ہوگا مومن دنیا کو گھر نہین بناتا اور جو ایسا نہین خدا اس کی پروا نہین کرتا۔ نہ خدا کے نزدیک دنیا کو گھر بنانیوالے کی عزت ہے۔ خدا مومن کی عزت کرتا ہے حدیث مین آیا ہے کہ مومن نوافل کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ نوافل سے مراد یہ ہے کہ خدمت مقررکردہ مین زیادتی کیجاوے۔ ہر ایک خیر کے کام مین دنیا کا بندہ تھوڑا سا کر کے سست ہو جاتا ہے لیکن مومن زیادتی کرتا ہے۔ نوافل صرف نماز سے ہی مختص نہین بلکہ ہر ایک حسنات مین زیادتی کرنا نوافل ادا کرنا ہے۔ مومن محض خدا کی خوشنودی کیلئے ان نوافل کی فکر مین لگا رہتا ہے اسکے دل مین ایک درد ہے جو اسے بے چین کرتا ہے اور وہ دن بدن نوافل و حسنات مین ترقی کرتا جاتا ہے اور بالمقابل خدا بھی اسکے قریب ہوتا جاتا ہے۔ حتی کہ مومن اپنی ذات کو فنا کر کے خدا کے سایہ تلے آجاتا ہے۔ پھر اس کی آنکھ خدا کی آنکھ اسکے کان خدا کے کان ہو جاتے ہین۔ کیونکہ وہ کبھی معاملہ مین خدا کی مخالفت نہین کرتا۔ ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ اسکی زبان خدا کی زبان اور اسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے پھر خدا تعالے فرماتا ہے کہ مجھے کسی بات مین اسقدر تردد نہین ہوتا جسقدر مومن کی جان لینے مین تردد ہوتا ہے۔ یون تو خدا کی ذات سب

ترددات سے پاک ہے لیکن یہ فقرہ جو فرمایا تو مومن کے اکرام کے لئے فرمایا۔ اب دوسرے لوگ کیڑے مکوڑون کی طرح مرجاتے ہین لیکن مومن کا معاملہ دگرگون ہے مجھے یہ سمجھ آتی ہے کہ جو صلحاء اور انبیاء کی زندگی آئے دن طرح طرح کی بیماریون مین مبتلا رہتی ہے اور بعض وقت ان کو خوفناک امراض لاحق ہو جاتے ہین جیسے کہ ہمارے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت تھی۔ یہ اس تردد کا اظہار ہے جسکا اوپر ذکر ہوا ہے گویا اللہ تعالےٰ اس سے معاملہ ایسا کرتا ہے جیسا ایک انسان تردد کی حالت مین کرتا ہے۔ اور خوفناک بیماریون سے اسے نجات دیکر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اسے معمولی انسانون کی طرح ضایع نہین کرتا۔ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز با برکت ہو جاتی ہے جہان وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسرونکے لئے موجب برکت ہوتی ہے اسکا پس خوردہ اورونکے لئے شفا ہے حدیث مین آیا ہے کہ ایک گنہ گار خدا تعالےٰ کے سامنے لایا جاویگا خدا تعالےٰ اس سے پوچھیگا کہ تونے کوئی نیک کام کیا۔ وہ کہیگا کہ نہین۔ پھر خدا تعالےٰ اسکو کہیگا کہ فلان مومن کو تو ملا وہ کہیگا۔ خداوندا مین ارادتاً تو کبھی نہین ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ مین ملگیا۔ خدا تعالےٰ اسے بخشدیگا۔ پھر ایک اور موقع پر حدیث مین آیا ہے کہ خدا تعالےٰ فرشتون سے دریافت کریگا کہ میرا ذکر کہان پر ہو رہا ہے وہ کہینگے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہان دنیا کے ذکر کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ ذکر الٰہی آٹھون پہر ہوتا ہے۔ ان مین یہ ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ مین نے اس دنیا دار کو اس ہم نشینی کے باعث بخشدیا۔ انہم قوم لا یشقی جلیسہم۔ بعض حدیثون مین آیا ہے کہ جہان ایک مومن امام ہو۔ اسکے مقتدی پیشتر ازین کہ وہ سجدہ سے سر اٹھاوے بخشدئے جاتے ہین۔

مومن وہ ہے کہ جسکے دلمین محبت الٰہی نے عشق کے رنگ مین جڑ پکڑ لی ہو۔ اس نے فیصلہ کرلیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت مین بھی خدا کا ساتھ نہ چھوڑیگا اب جس نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کب کسیکا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضایع ہوگا۔ کیا کوئی رسول ضایع ہوا۔ دنیا ناخنون تک انکو ضایع کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ ضایع نہین ہوتے۔ جو خدا کے لئے ذلیل ہوا وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشین ہوا۔ ایک ابوبکرؓ کو ہی دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس مین شک نہین کہ پہلے کچھ نہ کچھ دُکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

؎ عشق اول سرکش و خونی بود + تا گریزد ہر کہ بیرونی بود + عشق الٰہی بیشک اول سرکش و خونی ہوتا ہے تاکہ نااہل دور ہو جاوے۔ عاشقان خدا تکالیف مین ڈالے جاتے ہین قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اٹھاتے ہین اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انکے دل پہچانے جاوین۔ خدا تعالےٰ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ جبتک کوئی پہلے دوزخ پر راضی نہ ہو جاوے بہشت مین نہین جاتا

بہشت دیکھنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو پہلے دوزخ دیکھنے کو تیار ہوتا ہے دوزخ سے مراد آیندہ دوزخ نہین بلکہ اس دنیا مین مصائب شدائد کا نظارہ مراد ہے - اسی طرح ایک حدیث مین آیا ہے کہ کافر کے لئے دوزخ بہشت کے رنگ مین اور مومن کے لئے بہشت دوزخ کے رنگ مین متمثل کیا جاتا ہے - کافر جو دنیا کا طالب ہو دنیا مین منہمک ہو کر سگ دنیا ہو جاتا ہے - مومن ایک عاشق ہے جو دنیا کو طلاق دیکر ہر ایک تکلیف سہنے کو تیار ہوتا ہے - اور فی الواقع یہ عشق ہی ہے جو اسے ہر قسم کی تکلیف سہنے کے لئے آمادہ کر دیتا ہے - مومن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق مین صادق ہوتا ہے - اور اپنے معشوق یعنے خدا کے لئے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنیوالا جوش اپنے اندر رکھتا ہے - اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اسکے حضور مین قائم ہوتا ہے - دنیا کی کوئی لذت اسکیلئے لذت نہین ہوتی - اس کی روح اسی عشق مین پرورش پاتی ہے - معشوق کیطرف سے استغنا دیکھکر وہ گھبراتا نہین - اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی بھی معلوم کرکے وہ کبھی ہمت نہین ہارتا - بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہے - اور درد دل زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا جاتا ہے - ان دو چیزونکا ہونا ضروری ہے کہ مومن عاشق کیطرفسے محبت الٰہی مین پورا استغراق ہو - عشق کمال ہو - محبت مین سچا جوش اور عہد عشق مین ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جسکو کوئی صدمہ جنبش مین لا نہ سکے - اور معشوق کیطرفسے کبھی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو - درد دو قسم کی موجود ہو - ایک تو وہ جو اللہ تعالے کی محبت کا درد ہو - دوسرا وہ جو کسی کی مصیبت پر دلمین درد اٹھے اور خیر خواہی کے لئے اضطراب پیدا ہو اور اس کی اعانت کے لئے بیچینی پیدا ہو - خدا تعالے کی محبت کے لئے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اسکے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے - وہ انسان کو بشریت سے الگ کرکے الوہیت کے سایہ مین لا ڈالتا ہے جب تک اس حد تک درد اور عشق نہ پہونچ جائے کہ جس مین غیر اللہ سے محویت حاصل ہو جائے اسوقت تک انسان خطرات مین پڑا رہتا ہے - ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہے کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہو کر اسی کا ہو جائے اور اس کی رضا مین داخل ہونا بھی محال ہوتا ہے اور اسکی مخلوق کے لئے ایسا درد ہونا چاہئے جس طرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے ناتوان پیارے بچے کے لئے دل مین سچا جوش محبت رکھتی ہے - خدا تعالے ایک تعلق چاہتا ہے اور اسکے حضور مین دعا کرانیکے لئے تعلق کی ضرورت ہے بغیر تعلق کے دعا نہین ہو سکتی - پہلے بزرگون کی بھی اسی قسم کی باتین چلی آتی ہین کہ جن سے دعا کرانیوالونکو دعا کرانے سے پہلے تعلق ثابت کرنے کی تاکید کی - خواہ مخواہ بازار مین چلتے ہوئے کسی بے تعلق کو کوئی نہین کہہ سکتا کہ تو میرا دوست ہے اور نہ ہی اسکے لئے درد دل ہی ہوتا

ہے اور نہ ہی جوش دعا پیدا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے تعلق اس طرح نہیں ہو سکتا کہ انسان غفلت کاریوں میں مبتلا بھی رہے اور صرف منہ سے دم بھر تا رہے کہ میں نے خدا سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔ اکیلے بیعت کا اقرار اور سلسلہ میں نام لکھا لینا ہی خدا سے تعلق پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ سے تعلق کیلئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونیکے لئے کہتے ہیں کیونکہ جبتک دنیا کیطرف سے انقطاع اور اسکی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالےٰ کیلئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اسوقت تک ثبات میسر نہیں آسکتا۔ بعض صوفیوں نے لکھا ہے کہ صحابہ جب نماز پڑھا کرتے تھے تو انہیں ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے۔ جب انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے تو شریعت نے حکم دیا ہے کہ وہ آکر السلام علیکم کہے۔ نماز سے فارغ ہوتے وقت السلام علیکم و رحمۃ اللہ کے کہنے کی حقیقت یہی ہے کہ جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا گویا ایک مقام محویت میں جا پہونچا پھر جب وہاں سے واپس آیا تو السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہکر آن ملا۔ لیکن صرف ظاہری صورت کافی نہیں ہو سکتی۔ جبتک دل میں اسکا اثر نہ ہو۔ چھلکوں سے کیا ہاتھ آسکتا ہے۔ محض صورت کا ہونا کافی نہیں۔ حال ہونا چاہئیے۔ علت غائی حال ہی ہے۔ مطلق قال اور صورت جسکے ساتھ حال نہیں ہوتا وہ تو الٹی ہلاکت کی راہیں ہیں۔ انسان جب حال پیدا کر لیتا ہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کر لیتا ہے کہ بے اختیار اس کی طرف پر واز کرنے لگتا ہے اور ایک حقیقی محویت کا عالم اسپر طاری ہو جاتا ہے تو اسوقت اس کیفیت سے انسان گویا سلطان بن جاتا ہے۔ اور ذرہ ذرہ اسکا خادم بنجاتا ہے۔

مجھے تو اللہ تعالےٰ کی محبت نے ایسی محویت دی تھی کہ تمام دنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا۔ تمام چیزیں سوائے اسکے مجھے ہرگز بھاتی نہ تھیں میں ہرگز ہرگز حجرہ سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی شہرت کو پسند نہیں کیا۔ میں بالکل تنہائی میں تھا اور تنہائی ہی مجھکو بھاتی تھی۔ شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے میں دیکھتا تھا۔ اسکو خدا ہی جانتا ہے میں تو طبعاً گمنامی کو چاہتا تھا۔ اور یہی میری آرزو تھی۔ خدا نے مجھ پر جبر کرکے اس سے مجھے باہر نکالا۔ میری ہرگز مرضی نہ تھی۔ مگر اس نے میرے خلاف مرضی کیا۔ کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اس کام کے لئے اس نے مجھے پسند کیا اور اپنے فضل سے مجھکو اس عہدہ جلیلہ پر مامور فرمایا۔ یہ اسی کا اپنا انتخاب اور کام ہے میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ میری طبیعت اس طرح واقعہ ہوئی ہے کہ شہرت اور جماعت کو سوں بھاگتی ہے اور مجھے سمجھ میں نہیں

آ آکہ لوگ کس طرح شہرت کی آرزو رکھتے ہین۔ میری طبیعت اور طرف جاتی تھی لیکن خدا مجھے اور طرف لیجاتا تھا مین نے باربار دعائین کین کہ مجھے گوشہ مین ہی رہنے دیا جائے مجھے میری خلوت کے حجرے مین چھوڑ دیا جائے لیکن باربار یہی حکم ہوا کہ اس سے نکلو اور دین کا کام جو اسوقت سخت مصیبت کیحالت مین تھا اسکو سنوارو۔ انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقعہ ہوتی ہے کہ وہ شہرت کی خواہش نہین کیا کرتے کسی نبی نے شہرت کی کبھی خواہش نہین کی۔ ہمارے نبی صلعم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے آپ عبادت کرنیکے لئے لوگون سے دور تنہائی کی غار مین جو غار حرا تھی چلے جاتے تھے۔ یہ غار اسقدر خوفناک تھی کہ کوئی انسان اس مین جانے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ لیکن آپنے اسکو اسلئے پسند کیا ہوا تھا کہ وہان کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہونچیگا۔ آپ بالکل تنہائی کو چاہتے تھے شہرت کو ہرگز پسند نہین کرتے تھے مگر خدا کا حکم ہوا یاایہا المدثر قم فانذر۔ اس حکم مین ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تھی اب چھوڑ دین۔ بعض لوگ بیوقوفی اور حماقت سے یہی خیال کرتے ہین کہ گویا مین شہرت پسند ہون۔ مین باربار کہہ چکا ہون کہ مین ہرگز شہرت پسند نہین خدا نے جبر سے مجھکو مامور کیا ہے میرا اس مین کیا قصور ہے اس نے مجھے مامور کیا ہے اور وہی گواہ ہے کہ مین شہرت پسند نہین ہون۔ مین تو دنیا سے ہزارون کوسون بھاگتا تھا حاسد لوگون کی نظر چونکہ زمین اور اس کی اشیاء تک ہی محدود ہوتی ہے اور وہ دنیا کے کیڑے ہین اور شہرت پسند ہوتے ہین انکو اس خلوت گزینی اور بے تعلقی کی کیفیت ہی معلوم نہین ہوسکتی۔ ہم تو دنیا کو نہین چاہتے اگر وہ چاہین اور اسپر قدرت رکھتے ہین تو سب دنیا لیجائین ہمین ان پر کوئی گلہ نہین۔ ہمارا ایمان تو ہمارے دلمین ہے نہ دنیا کے ساتھ۔ ہماری خلوت کی ایک ساعت ایسی قیمتی ہے کہ ساری دنیا اس ایک ساعت پر قربان کرنا چاہیئے اس طبیعت اور کیفیت کو سوائے خدا کے کوئی نہین جانتا مگر ہم نے خدا کے امر پر جان و مال و آبرو کو قربان کردیا ہے۔ جب اللہ تعالے کسی کے دلمین تجلی کرتا ہے توپھر وہ پوشیدہ نہین رہتا۔ عاشق اپنے عشق کو خواہ کیسے ہی پوشیدہ کرے مگر بھید پانیوالے اور تاڑنے والے قرائن اور آثار اور حالات سے پہچان ہی جاتے ہین۔ عاشق پر وحشت کی حالت نازل ہوجاتی ہے اور اسی اسکے سارے وجود پر چھاجاتی ہے۔ الگ قسم کے خیالات اور حالات اسکے ظاہر ہوجاتے ہین وہ اگر ہزارون پردون مین چھپے اور اپنے آپ کو چھپالے مگر چھپا نہین رہتا۔ سچ کہا ہے۔ ؎ عشق و مشک را نتوان نہفتن۔ جن لوگونکو محبت الٰہی ہوتی ہے وہ اس محبت کو چھپاتے ہین جس سے انکے دل لبریز ہوتے ہین بلکہ اسکے افشا پر وہ شرمندہ ہوتے ہین کیونکہ محبت اور عشق ایک راز ہی جو خدا اور اُسکے بندہ کے درمیان ہوتا ہی اور ہمیشہ راز کا فاش ہونا شرمندگی کا موجب ہوتا ہی کوئی رسول نہین آیا جسکا خدا سے راز نہین ہوتا۔ اسی راز کو چھپانیکی خواہش اسکے اندر ہوتی ہی مگر معشوق خود اسکو فاش کرنے پر جبر کرتا ہی۔ اور جس بات کو وہ نہین چاہتے

وہی انکو ملتی ہے - جو چاہتے ہین ان کو ملتا ہی نہین اور جو نہین چاہتے ان کو جبراً ملتا ہے -
جب تک انسان ادنٰے حالت مین ہوتا ہے اسکے خیالات بھی ادنے ہی ہوتے ہین اور جسقدر معرفت مین گرا ہوا ہوتا ہے اسی قدر محبت مین کمی ہوتی ہے معرفت سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے - ہر شخص مین محبت اپنے ظن کی نسبت سے ہوتی ہے **انا عند ظن عبدی بی** سے یہی تعلیم ملتی ہے - صادق عاشق جو ہوتا ہے وہ اللہ تعالےٰ پر حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ اسکو کبھی نہین چھوڑیگا - خدا تو وفاداری کرنا پسند کرتا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان صدق دکھلاوے اور اسپر ظن نیک رکھے کہ تا وہ بھی وفا دکھلائے - مگر یہ لوگ کب اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہین - یہ تو اپنی ہوا و ہوس کے بتون کے آگے جھکے رہتے ہین اور ان کی نظر دنیا تک ہی ہوتی ہے - اللہ تعالےٰ کو کریم و رحیم نہین سمجھتے اسکے وعدون پر ذرہ ایمان نہین رکھتے اگر اللہ تعالےٰ کے وعدون پر ایمان رکھتے کہ وہ رحیم و کریم ہے تو ابھی ان پر رحمت اور وفا کے ثبوت نازل کرتا - ؎ گر وزیر از خدا بترسیدے - ہمچنان کز ملک ملک بودے + شر بدظنی سے پیدا ہوتا ہے - قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے بدظنی مت کرو - اللہ کا ساتھ نہ چھوڑو - اسی سے مدد مانگو - اللہ تعالےٰ ہر میدان مین مومن کی مدد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میدان مین مین تیرے ساتھ ہوں - وہ اسکے لئے ایک فرقان پیدا کر دیتا ہے جو اسکے وعدون پر بھروسہ نہین کرتا وہ بدظنی کرتا ہے جو شخص خدا سے نیک ظن کرتا ہے وہ اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور جو اللہ تعالےٰ سے بدظنی کرتا ہے وہ مجبور ہوتا ہے کہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود بنائے اور شرک مین مبتلا ہو جاتا ہے - جب انسان اس بات کو سمجھتا ہے کہ خدا کریم و رحیم ہے اور اس بات پر ایمان صدق دل سے لاتا ہے - کہ اسکے وعدے ٹلنے کے نہین تو وہ اسپر جان فدا کرتا ہے اور دریپردہ خدا سے عشق رکھتا ہے - ایسا انسان خدا کا چہرہ اسی دنیا مین دیکھ لیتا ہے - ہر طرح سے اس کی مدد کرتا ہے اور اپنے انعامات اسپر نازل کرتا ہے اور اسکو تسلی بخشتا ہے اور محبت اور وفا کا چہرہ دکھاتا ہے لیکن بیوفا خدا سے ہمیشہ محروم رہتا ہے

”افغانوں اور کشمیریوں کی اصل“

(ترجمہ از سول ملٹری گزٹ لاہور)

جناب ایڈیٹر صاحب

اس مضمون پر پہلے بہت کچھ قلم فرسائی کی جا چکی ہے - اور مشہور دسر برآوردہ محققین

کی تحقیقاتین اس نتیجے پر پہنچی ہین کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہین۔ امید کیجاتی ہو کہ میری یہ چند سطور بھی خالی از دلچسپی نہ ہونگی۔ یہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہو کہ بنی اسرائیل کی بارہ قومون سے دس قومین گرفتار ہوکر ملک فارس مین آباد کی گئین۔ موجودہ یہودی جو دنیا کے ایک بڑے حصے پر منتشر ہوئی ہوئی ہین یعنی اسرائیل کی ان دو قومون کی اولاد ہین جوکہ جلا وطنی سے بچ گئی تھین۔ یہ امر بہت زیر بحث چلا آیا ہے کہ باقی دس قومین کدہر گئین اور اب مسئلہ قطعی طور پر حل ہوگیا ہے کہ اہل افغانستان وکشمیر انہین دس قومون کی اولاد ہین جو جلا وطن کی گئی تھین۔ افغانون اور کشمیریونکے بنی اسرائیل ہونے کی بہت سی شہادتین موجود ہین اور بعض ان مین سے ایسی قطعی ہین کہ ان مین سے ایک ایک بھی بجائے خود۔ ان قومون کے بنی اسرائیل ہونیکا کافی ثبوت ہے۔ وہ شہادتین مختصراً حسب ذیل ہین۔

(۱) قومی روایت کی شہادت۔

افغان بالاتفاق گواہی دیتے ہین کہ ہم بنی اسرائیل ہین۔ انکے مشہور خاندانونکے پاس شجرے اور نسب نامے ہین جن سے انکا بنی اسرائیل ہونا ثابت ہوتا ہے ایک قوم کی متفق علیہ شہادت ایک ایسا زبردست ثبوت ہے جسکو ہم لاپرواہی سے نظر انداز نہین کرسکتے انکا دعوے ضرور سچائی پر مبنی ہے۔ صرف موجودہ نسل ہی بنی اسرائیل ہونیکا دعوے نہین کرتی بلکہ نسلاً بعد نسلاً افغان یہی دعوے پیش کرتے رہے ہین۔ انکے نسب نامے انکے دعوے کی تائید کرتے ہین پس ان کا یہ دعوے بے بنیاد نہین ہوسکتا۔ اگر یہ بنی اسرائیل نہین ہین تو کیا وجہ ہے کہ یہ قوم قدیم سے بالاتفاق بنی اسرائیل ہونیکا دعوے کرتی چلی آتی ہے۔ پھر جب ہم دیکھتے ہین کہ روئے زمین پر کوئی اور ایسی قوم موجود نہین ہے جوکہ گمشدہ اسرائیل قبیلون کی اولاد ہونیکا دعوے کرتی ہو تو یہ امر افغانونکے دعوے کو اور بھی تقویت پہنچاتا ہے۔ اگر ہم افغانونکو دعوے کو رد کردین تو ہمین کوئی اور قوم بتلانی چاہئے جوکہ گمشدہ اسرائیلیون کی نسل ہین ہونیکا دعوے کرتی ہو۔ اسرائیل قومین فارس مین قید ہوکر آئی تھین اور افغانستان فارس کی سرحد پر واقعہ ہے۔ یہ بہت قرین قیاس ہے کہ وہ مشرق کیطرف بڑھی ہون اور افغانستان اور کشمیر مین آباد ہوگئی ہون + بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان فارس ان سے بہت بدسلوکی کرتے تھے۔ ضرور وہ انکے ظلم سے بچنے کے واسطے مشرقی بلاد مین آکر آباد ہوگئی۔ انکی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ پس انکے واسطے ضرور تھا کہ وہ اپنے رہنے کے لئے اور گھر تلاش کرین۔

(۲) ظاہری خط وخال کی شہادت۔

ایک طرف تو افغان اپنی زبان سے بنی اسرائیل ہونیکا دعوے کرتے ہین دوسریطرف انکے خط و خال بزبان حال بیان کر رہے ہین کہ ہم بنی اسرائیل ہین اور کشمیریونکے خط و خال افغانون کی نسبت اور بھی زیادہ یہودیونسے ملتے جلتے ہین ان کے پڑوس مین چینی اور ہندو ہین۔ مگر انکے خط و خال افغانون اور یہودیونسے نہین ملتے ایک یہودی ایک پٹھان اور کشمیری کو ایک صف مین کھڑا کر دو تو تم ضرور بول اٹھوگے کہ یہ اپنی ظاہری شکل و شباہت مین بالکل باہم مشابہ ہین۔

(۳) لباس کی شہادت:۔ افغانون اور کشمیریون کا لباس بھی اس نتیجہ کیطرف رہنمائی کرتا ہے کہ یہ قومین بنی اسرائیل ہین۔ یہ برخلاف ہندوؤن اور چینیونکے لمبے اور کھلے چغے پہنتے ہین جسکا رواج بنی اسرائیل مین تھا جیساکہ اناجیل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) رسم و رواج کی شہادت:۔ ان کی بہت سی رسومات یہودیون کی رسومات سے مشابہ ہین۔ مثلاً افغان منگنی اور شادی مین کوئی فرق نہین کرتے اور شادی سے پہلے اکثر لڑکے اور لڑکی مین بے تکلفی رہتی ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے عورتین حاملہ بھی ہو جاتی ہین۔

(۵) اخلاق و اطوار کی شہادت:۔ یہودیونکی طرح افغان بھی زود رنج خود غرض سرکش۔ کند ذہن۔ جاہل۔ تند مزاج۔ خونخوار۔ سخت دل۔ کج رو۔ وغیرہ وغیرہ ہوتے ہین +

(۶) اسماء کی شہادت:۔ افغان صرف بنی اسرائیل ہونیکا دعوے ہی نہین کرتے۔ بلکہ انکے قبائل انکے پہاڑون۔ اور انکے دریاؤنکے نام بھی۔ بزرگان اسرائیل کے نام پر رکھے گئے ہین۔ مثلاً موسے خیل۔ تخت سلیمان۔ کوہ مری۔ کوہ سلیمان۔ زئی۔ داؤدزئی۔ یوسف زئی درۂ خیبر وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازین ابتک افغانون اور کشمیریون مین اسرائیلی نامونکا بہت رواج پایا جاتا ہے۔

(۷) شہرونکے نامونکی شہادت:۔ گو یہ شہادت نمبر ۶ کے نیچے آسکتی تھی۔ مگر چونکہ یہ نہایت ضروری ہے اور خاصکر نرالے طرز کی ہے اس لئے مین نے اسکو ایک نئے عنوان کے نیچے رکھا ہے۔ افغانستان اور کشمیر مین بہت سے ایسے شہر ہین جن کے نام شام کے قدیمی شہرون کے نامونپر رکھے گئے ہین جب ایک ملک کے لوگ کسی دوسرے ملک مین جاکر آباد ہوتے ہین تو وہ اپنے نئے قرارگاہ مین ایک مصنوعی وطن بنا لیتے ہین۔ اپنے وطن کے خیال کو اپنے دماغ مین تازہ رکھنے کے واسطے وہ اپنے نئے شہرون اور دیہات کے نام اپنے اوطان مالوفہ کے نامونپر رکھتے ہین جن مین کہ وہ پہلے آباد تھے اور جنکی یاد کو وہ اپنے صفحۂ دل سے محو کرنا نہین چاہتے انکے نئے ملک کے مقامات کے نام بتلاتے ہین کہ وہ کس ملک سے نکل کر آئے۔ اسکی ایک عمدہ مثال امریکہ

کی آبادیون مین ملتی ہے - جہان اہل فرنگستان جاکر آباد ہوئے ہین - یہ لوگ اپنے عزیز شہرونکے نام بھی اپنے ساتھ لے گئے - اور اپنے نئے گھرونکے وہی نام رکھے جو انکے قدیمی گھرونکے نام تھے اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حُبّ الوطنی ایک ایسی چیز ہے کہ جہان کہین آدمی جاے اپنے ملک کے نام بھی وہین ساتھ لے جاتا ہے - معلوم ہوتا ہو کہ ان دس بنی اسرائیلی قومون نے بھی اسی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے - افغانستان اور کشمیر مین بہت سے شہر اور اضلاع ایسے ہین جن کے نام ملک شام کے قدیمی شہرونکے نامونسے ملتے ہین - مین نیچے ایسے نامون کی ایک فہرست دیتا ہون - اور امید ہے کہ اگر اس امر کیطرف زیادہ توجہ کیجاے تو اور بھی ایسے بہت سے نام نکل آوینگے +

افغانستان کشمیر وغیرہ کی جگہونکے نام	کہان واقع ہین عرض البلد	کہان واقع ہین طول البلد	قدیمی شام مین انکے ہم نام مقام	قدیمی شام کے نقشوں مین کہان کہان واقع ہین - عرض البلد	قدیمی شام کے نقشوں مین کہان کہان واقع ہین - طول البلد	بائیبل مین کہان ذکر ہے
	شمال	مشرق		شمال	مشرق	
کابل	۳۴/۲۶	۶۹/۵	کابل	۳۲/۱۵	۳۵/۱۲	سلاطین اول ۹ باب ۱۳ مین ذکر ہے
پوپچھ	۳۳/۵۴	۷۴/۱۳	فونیشیا	۳۳/۳۰	۳۵/۲۵	
زیدا	سرحد پر		زائیدن اور آیلیڈن	۳۳/۳۴	۳۵/۲۲	۱۸ باب ۲۸ آیت قاضیون
حمس	لداخ کے نزدیک		حمس	۳۵/۱	۳۵/۱۳	
			حمت	۳۲/۳۷	۳۵/۳۵	
			حمس	۳۴/۵۰	۳۶/۳۹	
گلگت	۳۶/۰	۷۴/۱۲	گلگوتھا	۳۱/۴۷	۳۵/۱۲	متی ۲۷ باب ۳۵
			گلگال	۳۲/۹	۳۴/۵۹	یشوع ۴ باب ۱۹ و ۵ باب ۹
			گلگال	۳۱/۵۰	۳۵/۳۰	قاضیون ۲ باب ۱ اور دوسری جگہون
تبت	۳۴/۰	۸۹/۵	تیتھ			۱۸ باب ۸ - تواریخ
لاسہ	۲۹/۳۰	۹۱/۲	لاشا - لیشن	۳۳/۱۷	۳۵/۴۰	۱۸ باب ۱۲ و ۲۹ قاضیون
لداخ	۳۴/۰	۷۷/۳۰	لداخ			۴ باب ۲۱ تواریخ
تبع	۳۴/۱۲	۷۴/۳۹	یعنی ایک شہر			۱۴ باب ۱۹ و ۱۵ باب ۹ قاضیون
سورو	۳۴/۱	۷۶/۰	سُور	۳۰/۵۵	۳۳/۵	۱۶ باب ۲۰ و ۲ باب ۱۵ پیدایش
سکیت	۳۱/۳۰	۷۱/۰	سکوت شہر زحال سکوت	۳۲/۵۱	۳۵/۳۶	پیدایش ۳۳ باب ۱۷ اور اور دوسری جگہ

(۸) **اناجیلی شہادت**:- اس بات کی اناجیل بھی تائید کرتی ہین کہ افغان کشمیری گم شدہ اسرائیلی قبیلون کی اولاد ہین کیونکہ اناجیل مین لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح پیدا ہوئے۔تو مشرق کے چند حکمار ایک ستارے کی رہنمائی سے ملک شام کو حضرت مسیح کی زیارت کرنیکے لیئے گئے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرق مین ایسے لوگ موجود تھے جنکو حضرت مسیح کے آنیکا انتظار تھا۔اور انہون نے انکے ظہور کے لئے بعض نشان بھی مقرر کئے تھے۔سوائے بنی اسرائیل کے کسی قوم کو مسیح کے آنیکا وعدہ نہین دیا گیا تھا۔اس سے ثابت ہوا کہ حکمار بھی بنی اسرائیل مین سے تھے۔جو ایک ستارہ دیکھکر ملک شام کو مسیح کی زیارت کے لئے گئے۔جب انہون نے ستارے کو دیکھا تو انہون نے نتیجہ نکالا کہ وہ مسیح جسکے ظہور کا یہ ستارہ نشان ہے۔ملک شام مین پیدا ہوگیا ہے جو کہ بنی اسرائیل کا اصل وطن ہے اسلئیے وہ لمبا فاصلہ طے کرکے مسیح کی زیارت کو آئے +

(۹) **قبر کی شہادت**:- سرینگر مین ایک قبر ہے جو کہ نبی صاحب کی قبر کے نام سے مشہور ہے یہ قبر بھی میرے نزدیک انکے بنی اسرائیل ہونے کی ایک دلیل ہے۔لفظ نبی قابل غور ہے۔اگر یہ شخص ہندوستان کا رہنے والا ہوتا تو بدھ یا اوتار یا رکھی وغیرہ نامون سے مشہور ہونا چاہئیے تھا نہ کہ نبی کے نام سے۔لفظ نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نبی اسرائیل قوم کا نبی تھا۔چونکہ نبی کا لفظ اسرائیلی نبی پر ہی بولا جاتا ہے مسلمان بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی کہتے ہین مگر یہان ہمین مسلمانون سے تعلق نہین کیونکہ کشمیر کا نبی مسلمانو نکا پیغمبر نہین ہو سکتا کہ مسلمانو نکا ایک ہی نبی ہے جو کہ عرب ہی مین پیدا ہوا اور عرب ہی مین وفات پائی۔پس سرینگر کا نبی ضرور ایک اسرائیلی نبی تھا اور کشمیر کے دار الخلافہ مین ایک نبی کی قبر کا ہونا اس امر کی قطعی شہادت ہے کہ اہالیان کشمیر بنی اسرائیل ہین اور اس امر پر تعجب نہین کرنا چاہیے کہ کیونکر کشمیر مین ایک نبی آیا۔بنی اسرائیل خدا کی ایک برگزیدہ قوم تھی اور خدا تعالے ہمیشہ انکی طرف نبی بھیجتا رہا۔اور سرینگر کی قبر بتلاتی ہے۔کہ جسطرح خدا تعالیٰ ان باقی ماندہ اسرائیلی قومون کیطرف جو کہ ملک شام مین رہ گئی تھین نبی بھیجتا رہا۔اسی طرح اس نے گم شدہ اسرائیلی قومون کیطرف نبی بھیجا۔اگر یہ قومین غیر ملک مین رہتی تھین تو اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ وہ اپنے قومی حقوق کھو بیٹھی تھین اب بھی یہ قومین ایسی بنی اسرائیل تھین جیسا کہ وہ پہلی تھین۔جبکہ بنی اسرائیل غلامون کی طرح ملک مصر مین رہتے تھے تو اسوقت خدا تعالے نے حضرت موسے علیہ السلام کو نبی بناکر ان کی طرف بھیجا۔ایسا ہی جب یہ قومین جلا وطن ہوکر مشرق مین رہتی تھین تو خدا تعالے نے ان کی طرف ایک نبی بھیجا جسکا مزار محلہ خانیار سرینگر مین اب تک موجود ہے +

انجیل مین جو چند حکمار کا مشرق کیطرف سے ملک شام مین جانیکا ذکر ہے۔اس سے

صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مشرقی لوگ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے اور سرینگر کی قبر ہمیں بتلاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے ان کی امیدون کو پورا کیا۔ حق تو یہ ہے کہ مشرقی اسرائیلی قومیں شام کے بنی اسرائیل کی نسبت اس بات کی نسبت زیادہ مستحق تھیں کہ ان کی طرف ایک نبی بھیجا جاوے۔ کیونکہ شام میں صرف دو قومیں رہتی تھیں اور مشرق میں دس قومیں آباد تھیں اگر خدا تعالےٰ نے شام کی دو قومون کیطرف ایک مسیح بھیجکر اپنے وعدہ کو پورا کیا تو کیون اس نے مشرقی دس قومونکو اس نعمت سے محروم کیا۔ سرینگر کی قبر شہزادہ نبی یوز آسف کی قبر کہلاتی ہے۔ کشمیر کے لوگ اور کشمیر کی تاریخ بالاتفاق یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ نبی قریباً انیس سو برس ہوئے کہ شام کیطرف سے اس ملک میں آیا اور کچھ مدت وعظ کرتا رہا آخر اس جگہ وفات پائی اور محلہ خانیار میں مدفون ہوا+

(۱۰) **مشہور محققین کی شہادت**:- مین اخیر مین چند محققین کی رائے درج کرتا ہون جس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۳- نومبر ۱۸۹۸ء مین ایک مضمون سوانیون اور فریدیون کی بابت شایع ہوا تھا جسکو ایڈیٹر نے نہایت ہی قیمتی اور دلچسپ مضمون بیان کیا ہے اس مضمون کا لکھنے والا مسٹر ٹامس ہولڈچ اس طرح پر لکھتا ہے۔ "افغان اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتے ہیں اگر اس قوم کا بنی اسرائیل کے ساتھ قدیمی تعلق نہ مانا جاوے تو پھر یہ بیان کرنا مشکل ہوگا کہ ان مین عام طور پر بنی اسرائیلی نام رائج ہیں۔ ان کا قول کسی سچی بنیاد پر قائم نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ان مین بعض یہودیون کی رسومات پائی جاتی ہین۔ مثلاً عید فسح کا منانا وغیرہ۔ افغانون مین جو نہایت ہی تعلیم یافتہ ہین۔ وہ اپنا بنی اسرائیل ہونا بڑے اصرار سے بیان کرتے ہین۔ میرے نزدیک افغانونکا مسئلہ صحیح طور پر اس طرح حل ہوتا ہے۔ اگر یہ مانا جاوے کہ یہ بنی اسرائیل ہین جو قدیمی راجپوتون مین مل جل گئے ہیں"

ایچ ڈبلیو بلیو۔ سی ایس آئی۔ اپنی تصنیف اقوام افغانستان کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہین "ان لوگون کی روایت ہے کہ ہمارا اصل وطن ملک شام ہے جہان سے بخت نصر ہمین قید کرکے لے آیا اور فارس اور میدیہ کے مختلف حصون مین آباد کیا ان مقامون سے انہون نے مشرق کی طرف نقل مکان کیا۔ اور غور کے پہاڑی علاقون مین آباد ہو گئے۔ اس کی تائید مین بنی اسدراس کی بھی شہادت ہے۔ جو کہتا ہے کہ اسرائیل کی دس قومون نے آزرت کے ملک مین پناہ لی۔ یہ خیال کیا گیا ہے کہ آزرت وہ علاقہ ہے جسکو آج کل ہزارہ کہتے ہین۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سمساہی خاندان کے زمانہ مین افغانستان مین ایک قوم رہتی تھی جنکو

بنی اسرائیل کہتے تھے اور ان مین بعض ارد گرد کے ممالک کے ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے"
کرنیل جی بی فیلسن سی ایس آئی۔ اپنی کتاب تاریخ افغانستان مین اس طرح پر لکھتا ہے۔
عبد اللہ خان اور دوسرے افغان مصنفون کی پیروی کرکے فیریٹر صاحب کی یہ رائے ہے۔ کہ
افغان دس گم شدہ اسرائیلی فرقون کی اولاد ہین۔ اور بھی کئی محققین اس رائے کے ساتھ
اتفاق کرتے ہین چنانچہ سر ولیم جونز جیسا عظیم الشان آدمی بھی یہی عقیدہ رکھتا ہے۔

اے کے جونسٹن افغانون کی مندرجہ ذیل روایت بیان کرتا ہے "جب نادر شاہ پشاور مین
پہونچا۔ یوسف زئی قوم کے سردارون نے ایک بائیبل اسکے آگے پیش کی جو کہ عبرانی مین لکھی
ہوئی تھی اور کئی اور چیزین بھی پیش کین جو کہ وہ اپنی قدیمی عبادت مین استعمال کیا کرتے تھے
جنکو انہون نے حفاظت سے رکھا ہوا تھا جو یہودی لشکر کے ساتھ تھے انہون نے ان چیزونکو
فوراً پہچان لیا" ای بلفور۔ ایل آر مصنف ان سکلوپیڈیا آف انڈیا۔ لکھتا ہے "افغانون
کی شکل یہودیونسے ملتی ہے۔ ایک رسم مین افغان یہودیون کی پیروی کرتے ہین اور وہ
یہ ہے کہ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرلیتا ہے۔ ڈاکٹر بیلیو بعض
رسومات کا ذکر کرتا ہے۔ جو یہودیون کی رسومات سے ملتی ہین جو کہ درہ خیبر کے لوگون مین
پائی جاتی ہین ان کے بال مشرقی یہودیون کی طرح ہوتے ہین"

جینس بائی۔ ایم۔ اے۔ ایف جی ایس۔ اپنی کتاب ان سکلوپیڈیا آف جاگریفی مین لکھتا ہے
"تمام سیاح اس بات پر متفق ہین کہ افغانون مین اور گرد نواحی قومون مین بڑا فرق ہے۔ اور سب
نان ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہین یہ اپنی شکل اور خط و خال مین یہودیونسے بہت ملتے جلتے ہین"
ہ مصنف اہل کابل کی نسبت ذکر کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہ لوگ دراز قد ہوتے ہین سیاہ آنکھون
نمایان خط و خال والے اور انکے چہرے بالکل یہودیون کی طرح ہین۔

ہ ئی بی۔ انسکلوپیڈیا برطانیہ مین افغانستان پر لکھتا ہوا کہتا ہے کہ اس ملک کی عورتین
ہ دیون جیسی خوبصورت خط و خال رکھتی ہین اور یہی بات مردون مین بھی پائی جاتی ہے۔
ے۔ کے جیمسٹن اپنی کتاب ڈکشنری آف جاگریفی مین کشمیر کی عورتونکا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے
پورے قد کی اور خوبصورت ہوتی ہین۔ ان کی ناک ترچھی اور خط و خال بالکل یہودیونکے سے ہوتے ہین"
نس برنیس اپنے سفرنامے مین لکھتا ہے کہ جب مین ملک کشمیر مین داخل ہوا اور پیر پنجال سے آگے
و یہ دیکھکر مین بہت حیران ہوا کہ دیہات کے باشندے بالکل یہودیون سے مشابہ تھے انکے خط و خال
ار اور وہ ناقابل بیان خصوصیت جسکے ذریعہ سے سیاح مختلف قومون مین تمیز کر سکتے ہین
تمام اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل ہین اور اسے صرف میرا وہم ہی نہین خیال

کرنا چاہیئے بلکہ ان لوگونکا یہودیوں سے شکل میں مشابہ ہونا ہمارے فرقہ جزوایٹ کے پادری اور کئی اور اہل فرنگ نے بھی میرے یہاں آنیسے بہت پہلے بیان کیا ہے۔ آرچیبلڈ کانسٹبل صاحب نے برنیر کے سفرنامے کو فرانسیسی سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے صفحہ ۴۳۰ پر لکھتا ہے۔ وہ بہت سے اہل کشمیر کا اپنے خط وخال میں یہودیوں سے مشابہ ہونا زمانہ حال کے بہت سے سیاحوں نے بیان کیا ہے۔" والسلام

"یسوع کی صلیبی موت پر علمی نظر"

عیسائیوں کے اخبار ایپی فینی مورخہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک صاحب ڈاکٹر ایم بی صاحب لکھتے ہیں کہ یسوع کی موت انشقاق القلب (دل کا خود بخود بغیر بیرونی صدمہ کے پھٹ جانا) سے واقع ہوئی اور اپنے بیان کی تائید میں ڈاکٹر سمپسن اور بعض دیگر صاحبان کی سند پیش کی ہے مگر اس بیان کی تصدیق یسوع کی کہانی کے واقعات سے نہیں ہوتی۔ ہر ایک متعصب ڈاکٹر جو ایک لمحہ کیلئے اس مضمون پر غور کرے گا فوراً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ تین یا چار گھنٹے صلیب پر لٹکا رہنے انشقاق القلب سے موت واقع نہیں ہو سکتی۔

انجیل میں یسوع کا قصہ پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے دنوں وہ ایک پورا تندرست صحیح القوٰے موٹا تازہ تیس برس کا جوان تھا جو باغوں اور عمدہ آب وہوا کی جگہوں میں سیر کیا کرتا کھانے پینے اور پند ونصیحت میں رہا کرتا تھا۔ دلیرانہ تقریریں کرنے میں اپنی زندگی مزے سے تھا۔ اس واقعہ سے پہلے وہ کسی مصیبت میں نہیں پڑا تھا۔ فی الحقیقت اناجیل سے اسکا کسی مثلاً وجع المفاصل اور دل کی بیماریاں وغیرہ میں مبتلا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ صلیب کے وقت بہادری سے مقدمہ کی پیروی کرتا رہا اور جب موت کا حکم سنایا گیا تو اسکو کچھ غش نہیں آیا۔ ... لکھتا ہے کہ وہ اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے گلگتا (مقتل) میں پہنچا جس سے ظاہر ہے کہ وہ اسوقت بھی بوجھ اٹھا کر دور تک چلنے کی طاقت رکھتا تھا۔ برعکس اسکے انشقاق القلب ہمیشہ آدمیوں کو جنکے دل پہلے ہی سے بیمار اور کمزور رہتے ہیں واقع ہوتی ہے (ملاحظہ کرو برسٹو کی طب صفحہ ۔ ٹیلر صفحہ نمبر ۵۳۷۔ رابرٹس صفحہ ۱۰۶۱ اور پیپر جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶۳)

علامات۔ اب ان علامات کا جو انشقاق القلب میں واقع ہوتی ہیں یسوع کی صلیبی علامات سے کرتے ہیں۔ انشقاق القلب میں دل کے مقام پر بہت سخت درد ہوتا ہے تنفس میں سخت دقت پیدا ہوتی ہے

کامل بیہوشی ہوتی ہو پسینہ کثرت سے آتا ہے - گلا گھٹتا ہو اور سخت درد سر کے بعد کچھ گھنٹون مین مرجاتا ہے (برسٹو صفحہ ۵۲۹) بعض دفعہ دفعتہً مرجاتا ہے برعکس اسکے یسوع جب صلیب پر باندھا گیا تو اپنی والدہ اور حواریون اور دو چورون سے بخوبی باتین کرتا رہا - بالآخر اس نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے چنانچہ اسکو سرکہ پلایا گیا - پھر اس نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے اور سر جھکا کر جان دیدی (یوحنا) "یسوع چلا کر بولا اور پھر جان دیدی" (متی) "اور یسوع جب بلند آواز سے چلا چکا تو اس نے کہا کہ باپ اپنی روح تیرے ہاتھ دیتا ہون - اور یہ کہکر جان دی" (لوقا) اس سے ظاہر ہو کہ یسوع کو نہ تنفس مین دقت معلوم ہوئی اور نہ سینہ مین درد ہوا اور نہ بیچینی ہوئی اور نہ کامل بیہوشی ہوئی جیسا کہ کتب طب مین انشقاق القلب کے علامات مین لکھا ہے -

علامات بعد الموت - مسٹر ام بی نے اپنے خیال کی تائید مین خون اور پانی پر جو یسوع کی پسلی سے نکلا تھا بہت زور دیا ہو اور خیال کرتا ہے کہ یہ انشقاق القلب کا بڑا بھاری ثبوت ہو اسکا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب دل پھٹ گیا تو خون دل کے غلاف مین اکٹھا ہو کر جمگیا اور بعد مین خون کا لوتھڑا اور پانی دو حصون مین تقسیم ہو کر باہر نکل آیا - یہ امر بالکل ناممکن ہو - کہ یسوع کے بظاہر جان دینے اور سپاہیونکے بھالا چبھونیکے درمیانی وقفہ مین جو بہت کم ایک گھنٹہ سے بھی زیادہ نہ تھا ایسی جلدی منجمد ہو گیا ہو - ٹیلر اپنی میڈیکل جورسپروڈنس جلد اول صفحہ ۱۷۵ مین لکھتا ہے - کہ خون مردہ جسم مین بنسبت بیرونی ہوا کے دیر مین جمتا ہے - چنانچہ ۴ سے ۸ گھنٹہ تک سیال حالت مین رہتا ہے - بکسر ڈان صاحب لکھتے ہین کہ بارہ گھنٹہ تک نہین جمتا - اور ۴ گھنٹہ سے کم مین کسی صورت مین نہین جم سکتا - کارپنٹر صاحب اپنی فزیالوجی صفحہ ۱۸۷ - اور ۱۸۹ مین لکھتے ہین کہ بعض حالتون مین مردہ جسم مین خون بالکل نہین جمتا اگر جمتا ہے تو پورا نہین جمتا - اس سے ظاہر ہوا کہ مسیح کے جسم مین جان نکلنے کے بعد ایسی جلدی خون نہین جما تھا - برسٹو صفحہ ۵۲۹ مین لکھتا ہے کہ دل کا غلاف بعد از موت خون سے پُر پایا جاتا ہے یعنے کچھ تو پانی اور کچھ خون جما ہوا ایک تھیلی کی شکل مین دل کے گرد ہوتا ہے اگر فرض بھی کرلین کہ دل پھٹ گیا تھا - اور خون کے بھی دو حصے ہو گئے تھے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جمے ہوئے خون کی وہ تھیلی جو دل پر لپٹی ہوئی ہے وہ سپاہی کے برچھے کے چھوٹے سے سوراخ سے فوراً باہر نکل آئے - ڈاکٹر ام - بی صاحب مہربانی فرماکر اس معمّا کو حل کرین - یوحنا کہتا ہے "ایک سپاہی نے برچھے سے اس کی ایک جانب چھیدی اور فوراً وہان سے خون اور پانی نکل آیا" اس مین لفظ 'جانب' اور 'فوراً' کا قابل غور ہے - ڈاکٹر ام - بی بلاوجہ جانب سے مراد بائین جانب لیتا ہے اور خصوصاً دل کا مقام - گویا کہ سپاہی علم ڈاکٹری مین خوب ماہر تھے

اور جانتے تھے کہ موت کا باعث کہان واقع ہے اور اسلئے انہون نے ٹھیک دلپر برچھا مارا۔ ہم کیون نہ جانب سے داہنی جانب مراد لین یا پیٹ اور بغل مراد لین۔ لفظ فوراً سے ظاہر ہے کہ برچھا چبھتے ہی معاً خون اور پانی باہر نکل آیا اور جمے ہوئے خون کی تھیلی کا اتنی جلدی ایسے چھوٹے سوراخ سے باہر نکل آنا غیر ممکن ہے۔ مزید برآن اگر خون جم ہی گیا تھا تو پہلے پانی نکلنا چاہئے تھا نہ کہ خون کیونکہ ایسی حالتون مین ہمیشہ پانی پہلے نکلتا ہے اور خون کا لوتھڑا پیچھے۔ لیکن انجیل مین خون پہلے ہے اور پانی پیچھے۔ مذکورہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ سائنس کی تحقیقات کے بموجب یسوع کا دل نہین پھٹا تھا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ یسوع کو حقیقت مین صلیب کے وقت کیا صدمہ پہونچا۔ باوجودیکہ صلیب کے واقع سے پیشتر یسوع تندرست طاقتور اور جوان تھا۔ مگر انجیل سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس موقعہ پر اسکے مخالفون نے اسکو کسیقدر جسمانی تکلیفین دین۔ اسکو بینت لگوائے کھانیکو کچھ نہ دیا اور اس کی صلیب اس سے اٹھوائی اسکے ہاتھونکو لکڑی پر میخ سے ٹھونکدیا۔ جس سے اسکو درد بھی ہوا ہوگا اور تکلیف بھی پہونچی ہوگی اور کچھ خون بھی نکلا ہوگا یہانتک کہ وہ چلا اٹھا۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنے اے میرے خدا مجھکو کیون چھوڑ دیا۔ پھر اسکو پیاس لگی اور سرکہ یا شراب پلائی گئی۔ پھر سر جھکایا اور غشی آگئی۔ اسکے دوست کھڑے تھے۔ اور سیاہی۔ تاریکی اور زلزلہ سے ڈر گئے تھے اور اسکو نیک خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انکے داروغہ نے خدا کی حمد کے بعد یہ کہا کہ یہ ایک راستباز مرد تھا (لوقا) انکو یہ بھی معلوم تھا کہ حاکم یسوع کی جان بچانا چاہتا ہے۔ ایسے وقت میں یسوع کے دوستونکو موقع ملا اور اس کی جان بچانے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور فوراً کارروائی شروع کردی یعنے جھٹ پٹ میخین نکالکر اسکو سولی سے اتار لیا اور اسکو ایک کھلے مقبرہ مین لے گئے اسکے زخمون پر مرہم پٹی لگائی گئی۔ اور مقوی دل ادویہ اور خوشبوئین اسکے پاس بچھا دین تاکہ اس کی غشی دور ہو اور جب اسکو ذرا اٹھنے کی طاقت ہوگئی تو پیشتر اسکے کہ یہودی جو اپنا سبت منارہے تھے خبردار ہوکر مقبرہ کی حفاظت کرتے کسی دور کے گاؤن مین اسکو لے گئے وہان جب اسکو آرام ہوا تو وہ ان حواریون سے ملا جو اس راز مین شریک نہ تھے تاکہ انکو یقین دلائے کہ صلیب کی لعنتی موت سے وہ معجزانہ طور سے بچگیا اور انکو اپنے زخمی ہاتھ دکھائے مچھلی وغیرہ کھائی اور زندہ آدمیون کی طرح کاروبار مین مشغول رہا۔

مذکورہ بالا بیان کا علمی ثبوت حسب ذیل ہے۔

اول تاریخ سے ثابت ہے کہ یسوع کے وقت مین صلیب کے موت بہت دیر مین واقع ہوتی تھی کئی دنون تک مصلوب بھوک پیاس اور درد اور ضعف وغیرہ مین مبتلا ہوکر مرجاتا تھا۔ زید برآن ایسے واقعات بھی پیش آتے تھے کہ دو تین روز مصلوب رہنے کے بعد بھی بچ جاتا تھا ایسی

حالتون مین کیسے ممکن ہو سکتا ہو کہ یسوع تین چار گھنٹے سولی پر چڑھے رہنے سے یک بیک مرگیا ہو خاص کر نہ کوئی عضو رئیسہ بیمار یا مضروب تھا اور نہ اس کی ٹانگین توڑی گئی تھین۔ بات یہ ہو کہ جان دینے سے مطلب غشی کا ہونا ہے اور اپنے دشمنونسے بچنے کے واسطے ہوش مین آکر بھی وہ چپ چاپ پڑا رہا ہو یا ممکن ہو کہ آخری وقت مین جب اسکو سرکہ پلایا گیا تو اس مین کوئی مسکر شے مثلاً افیون وغیرہ جس سے وہ بیہوش ہو جائے دیا گیا ہو کیونکہ یوحنا لکھتا ہے کہ سرکہ پینے کے بعد فوراً اس نے جان دیدی۔ یقین ہو کہ اسکے دولتمند مرید یوسف نے جو آرمتیا کا رہنے والا تھا کوئی ایسی تجویز اپنے مرشد کے بچانیکے لئے کی ہوگی۔

دوم۔ لیکن ایک سپاہی نے اس کی جانب مین برچھا چبھویا اور فوراً خون اور پانی نکل آیا۔ (یوحنا ۳۴) اس کلام مین فوراً کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ زندہ خون جو قلب کی حرکت سے جلد مین دوران کر رہا تھا اسکے جسم سے فوارے کی طرح فوراً چھوٹ پڑا۔ جیساکہ زندہ جسم مین ہمیشہ ہوتا ہے۔ جب خون نکل چکا اور برچھا کچھ اور اندر گھسا تو پانی نکلا یا اغلباً مثانہ یا گردہ سے یا کسی رسولی وغیرہ سے نکلا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معدہ سے آیا ہو کیونکہ یسوع نے اسی وقت سرکہ پیا تھا۔ اور معدہ کے زخمونسے ہمیشہ موت واقع نہین ہوتی۔

سوم۔ یوحنا کی بیسوین فصل سے صاف ظاہر ہے کہ دو دن کے بعد اسکا جسم مقبرہ مین نہین پایا گیا کفن اور رومال موجود تھا لیکن جسم نہین تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص یسوع کو بھیس بدلوا کر لے گیا۔ "مین ابھی باپ کے پاس نہین چڑھا" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکا جسم زمین پر زندہ موجود تھا اور یہ ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ جسم مقبرہ مین نہین تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر کسی جگہ تھا۔ "اُس نے ان کو اپنے ہاتھ اور اپنا پہلو دکھایا" جس سے ظاہر ہے کہ وہ جسم عنصری کی صورت مین جس پر زخمونکے نشان موجود تھے دکھائی دیا نہ کہ روحانی صورت مین۔ "اس نے اُن پر پھونکا" جس سے ظاہر ہے کہ وہ سانس لیتا تھا اور اسکے پھیپھڑے اور دل باقاعدہ کام کرتے تھے "اس نے انکو کہا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بول سکتا تھا۔ اور اسکا دماغ صحیح کام کر رہا تھا۔ پھر اس نے توما سے کہا کہ اپنی انگلی لاؤ اور میرے ہاتھونکے نشان دیکھ اور ہاتھ ادھر کر اور میرے پہلو کو دیکھ بھال اور بے ایمان مت بن بلکہ یقین کر کہ مین وہی ہون" جس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم اور روح صلیب کے واقع کے بعد موجود تھے نہ کہ صرف روح +

چہارم۔ یوحنا کی اکیسوین فصل مین لکھا ہے کہ ان باتون کے بعد یسوع پھر اپنے حواریونکے روبرو دیکھ طبری پر ظاہر ہوا۔ اور یسوع نے انکو کہا کہ بچو کچھ گوشت ہے۔ ...... یسوع پھر

آیا اور کھانا کھایا اور انگو دیا اور اسی طرح مچھلی بھی تقسیم کی"۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خواب نہین تھا۔ اور یسوع کھانا اور مچھلی کا کباب نوش کر رہے ہین جس سے اسکے معدہ کی قوت اور بھوک کی شدت عیان ہے۔ اور بیچارے سادہ لوح عیسائی ابتک اس خیال مین ہین کہ وہ مردون سے جی اٹھا تھا۔ افسوس ہے کہ بیسوین صدی جیسے علم و حکمت کے زمانہ مین بھی لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہین

اسی ایپی فینی کے دوسرے مقام مین اڈیٹر صاحب کو مسیح کی صلیب کی موت مین شک پیدا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے انہون نے ایک نئی تھیوری مسیح کی موت کی نسبت قائم کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان مصالح جات اور ادویات کے بوجھ سے جو قبر مین رکھی گئی تھین سانس رک کر موت واقع ہوئی۔ یوحنا کی بیسوین فصل سے ظاہر ہے کہ قبر اسقدر کشادہ تھی کہ آدمی اندر داخل ہو کر دیکھ بھال سکتا تھا۔ جیسا کہ پطرس نے کہا۔ مین پوچھتا ہون کیا یہ ناممکن ہے۔ کہ سو پونڈ مر ( ) ایک ایسے بڑے کمرے مین پھیلا دئے گئے ہین اور کسی ایک آدمی کا بھی دم نہ گھٹے جو وہان بیٹھے ہوئے ہون۔ اور نہ میری رائے مین اُن پٹیون سے جو اسکے سر اور ہاتھ پاؤن پر بندھی تھین اسے کچھ تکلیف ہوئی۔ بلکہ میرے خیال مین مرہم پٹی سے یسوع کے زخمون کو آرام ملا۔ اور اس کی غشی بھی مصالح جات سے دور ہو گئی۔ + راقم ایل۔ ایم۔ ایس

"ضروری عرضداشت و شکریہ معاونین"

کثرت اشاعت و اعانت میگزین کے متعلق جس قدر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تاکید اکید فرمائی ہے اس تاکیدی ارشاد کے پرزور الفاظ کا اعادہ بغرض آگاہی جملہ احباب و برادران گذشتہ بہت سے پرچہ جات میں متواتر کیا جاتا رہا ہے اور جن پرجوش باہمت و مخلص احباب نے اس کار خیر میں محض بغرض ابتغاء لمرضات اللہ خاص حصہ لیکر الگ الگ معتدبہ رقوم سے اعانت فرمائی ہے ان کی ایسی امداد کا تذکرہ بھی خاص شکریہ کے ساتھ پچھلے پرچہ جات میں ہوتا رہا ہے بعض برادران کی تازہ خدمات و امداد نے از سر نو انکے شکریہ کا تازہ موقعہ دیا ہے۔ جناب منشی عبد العزیز صاحب عرف محمد وزیر خان صاحب ملک برہما نے حال ہی میں ایکسو پچاس روپیہ بطور امداد بھیجا ہے۔ یہ صاحب پہلے حضرت اقدس کے ارشاد کی تعمیل میں کئی سو روپیہ کی امداد میگزین میں دے چکے ہیں۔ علی ہذا القیاس چودھری سرفراز خان و کرم الٰہی صاحبان بدو ملی ضلع سیالکوٹ بھی خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اب یکمشت [illegible] کی امداد فرمائی ہے۔ اصل میں چودھری صاحبان تین سو پچاس روپیہ امداد میگزین کیلئے لائے تھے۔ مگر لنگر کی ضروریات موجودہ کو دیکھکر دو سو روپیہ امداد لنگر میں دیدیا۔ اور ایکسو پچاس روپیہ امداد میگزین کے حصہ میں آیا۔ ہر سہ برادران نے ہمدردی و اخلاص مندی کا ایک تازہ قابل تقلید نمونہ دکھلایا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس امداد فی سبیل اللہ کی جزائے خیر دیوے اور دیگر جملہ برادران کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور انکی روح و روان کو ایسے جوش اور ہمدردی سے بھر دے کہ وہ پیارے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قربان پر اپنا مال و جان نثار کرتے ہوئے اس کار خیر میں وہ ہمت دکھلاویں کہ حضرت اقدس کی فرمائی ہوئی تعداد تک رسالہ کے جلدی پہونچنے میں کوئی دقت پیش نہ آوے۔

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل یا اس رسالہ کی کثرت اشاعت کی ضرورت اس امر کی مقتضی ہیں کہ جملہ احباب اس قابل قدر نمونہ کی تقلید کر کے حضرت اقدس کے ارشاد کو ہر وقت تازہ ارشاد سمجھکر اوس کی تعمیل میں ہر وقت کوشاں رہیں ان کی یہ کوشش فی سبیل اللہ انکے لئے حسنات دارین حاصل کرنیکا ذریعہ ہوگی + توشہ عقبیٰ حاصل کرنیکا عین موقعہ ہے اس خدمت کی بجا آوری کا اس سے عمدہ موقعہ نہیں مل سکتا۔ اب وقت کی قدر کر کے سابقون بالخیر اشخاص میں اور جن اغراض کیلئے یہ سلسلہ من اللہ مامور ہو کر آیا ہے ان اغراض و مقاصد میں اسکی امداد کر کے معیت صادقین کی اعلےٰ منزل کو طے کریں جو حقیقی کامیابی و فوز المرامی کا اصلی زینہ ہے۔

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین ثم آمین والسلام۔

منیجر

کبریت احمر یا جیون بوٹی کے استعمال ہو ایک ہفتہ مین تین سیر خون صالح تازہ بدن انسان مین پیدا ہوتا ہی جوانی کی طاقت مدت العمر قایم رہتی ہی۔ استعمال کرنیسے پہلے اور بعد بدن کو وزن کر دو اور آزماؤ اس سے بڑھکر یہی مولد خون صالح مشتہی بدن کو مضبوط اور طاقتور خوشرنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و تازگی پیدا کرنیوالی دوائی ایسی آج تک ایجاد نہین ہوئی۔ اس کا اثر ان اعضاء پر جن پر نسل انسان کی پیدایش کا انحصار ہو بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہی۔ وہ خوشی جو عورت و مرد کی معاشرت سے وابستہ ہو اسی سے فی الفور حاصل ہوتی ہو کبریت احمر اسکا نام اسی لیے رکھا گیا ہو کہ یہ دوا اعضائے تولید کے پژمردہ قوی کو از سر نو بحال کرنیکے ساتھ زندگی کو کیمیا بنا دیتی ہے۔ قیمت فی شیشی ...

روغن دردگردہ۔ دردگردہ کے دورے اور تکلیفین ایسی سخت ہوتی ہین کہ الامان عجیب و غریب روغن دردگردہ مین خاصکر جب دردگردہ کیوجہ سے ہو اکسیر کا کام دیتا ہی چھوٹے چھوٹے سنگریزون کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے نہایت سہولت سے خارج کر دیتا ہی۔ تمام کنکری اور ریت نکلکر دردگردہ کی نوبت پھر نہین ہوتی۔ قیمت فی شیشی عمر

عجیب و غریب مرہم المعروف مرہم عیسےٰ۔ اگر آپ دنیا بھر مین سب سے اچھا پر تاثیر بیحد فائدہ ہر قسم کے زخمون۔ جراحتون چوٹون۔ گنٹھون۔ خنازیر سرطان طاعون اور ہر قسم کے خبیث زہریلے پھوڑے پھنسیون ناسورون گنج خارش بواسیر اور طرح طرح کی جلدی بیماریون ہاتھون کے سردی سے پھٹ جانے جانورون کے کاٹ لینے جل جانے اور عورتون کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کے لئے ہزار ہا سال کا مجرب مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا متفقہ بابرکت علاج چاہتے ہین تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اسکو نہایت احتیاط سے تیار کرنیکا ذمہ دار ہی جہان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوا کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر مین اور کہین نہین ملتا۔ **قیمت** فی ڈبیہ خورد ۶ر ۔ ۱۲ ر فی ڈبیہ کلان عہ ر

رسالہ آئینہ صحت مفت	**حکیم محمد حسین اینڈ برادرز مالکان کارخانہ مرہم عیسے نولکھا لاہور**	عمدۃ التقویم مفت

"ضروری استدعا"

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہین اور اپنے مقامی اسٹیشن مین کسی انگریزی دوائی خانہ کے نہ ہونیکے باعث انہین کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑین وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانسیس میڈیکل ہال (سبزی منڈی) لاہور سے منگوائین۔ یہ دکان میرے متعلق ہے انہین نقصان نہین اور دکان کا فایدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے۔ **المشتہر خواجہ ...**